حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

یہ کتاب پچھلے تمام جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کے مخصوص کمالات کا ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیک دم — جمع ہونے کی بے مثال تفصیلات پیش کرتی ہے۔ اسکا مطالعہ آپ پر واضح کر دے گا کہ آدمؑ کی توبہ، نوحؑ کی استجابت، نارِ ابراہیمؑ کی گلزاری، گریۂ یعقوبؑ، صبرِ ایوبؑ، موسیٰؑ کا یدِ بیضا اور عیسیٰؑ کا احیاء موتیٰ کن انداز سے ذاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہر و جلوہ گر ہوا۔

تصنیفِ لطیف

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند

ادارۂ اسلامیات، ۱۹۰۔ انارکلی، لاہور

اشاعتِ اول عکسی : ——— جنوری ۱۹۷۷ء
باہتمام : ——— اشرف برادرز
ناشر : ——— ادارۂ اسلامیات لاہور
طباعت : ——— وفاق پریس لاہور
کتابت : ——— محمد اشرف انجم
ہدیہ : ——— تین ۳/ روپے صرف

ملنے کے پتے

* ——— ادارۂ اسلامیات ۱۹۰- انارکلی، لاہور ———
* ——— دار الاشاعت، اردو بازار کراچی-۱ ———
* ——— مکتبہ دار العلوم، دار العلوم کراچی ———
* ——— ادارۃ المعارف، کراچی - ۱۴ ———

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ

وخاتم النبیین

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد

سرورِ دو عالم فخرِ بنی آدم آقائے دوجہاں نبی عالمین امام النبیین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت سیدنا و مولانا و شفیعنا محمد صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وازواجہ و ذریاتہ وسلم محض نبی ہی نہیں بلکہ خاتم النبیین ہیں۔ اور ختم کے معنی انتہا کر دینے اور کسی چیز کو انتہا تک پہنچا دینے کے ہیں۔ اس لیے خاتم النبیین کے معنی نبوت کو انتہا تک پہنچا دینے کے ہوئے اور کسی چیز کے انتہا تک پہنچ جانے کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی آخری حد پر آجائے کہ اس کے بعد کوئی اور درجہ اور حد باقی نہ رہے جس تک وہ پہنچے۔ اس لیے ختم نبوت کے معنی یہ ہوئے کہ نبوت اپنے تمام درجات و مراتب کی آخری حد تک آگئی اور نبوت کا کوئی درجہ اور مرتبہ باقی نہیں رہا کہ جس

تک وہ آئے اور اِس کے لیے حرکت کرکے آگے بڑھے۔ اِس لیے "خاتم النبیین" کے حقیقی معنی یہ نکلے کہ خاتم پر نبوت اور کمالات نبوت کے تمام مراتب پورے ہوگئے اور نبوت اپنے علمی و اخلاقی کمالات کے ایک ایسے انتہائی مقام پر آگئی کہ بشریت کے دائرہ میں نہ علمی کمال کا کوئی درجہ باقی رہا نہ اخلاقی قدروں کا کوئی مرتبہ کہ جس کے لیے نبوت خاتم سے گزر کر آگے بڑھے اور اس درجہ یا قدر تک پہنچے۔

اِس سے واضح ہوگیا کہ ختم نبوت کے معنی قطع نبوت یا انقطاع رسالت کے نہیں کہ نبوت کی نعمت باقی نہ رہی یا اِس کا نور عالم سے زائل ہوگیا بلکہ تکمیل نبوت کے ہیں جس کا حاصل یہ ہوا۔ کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر تمام کمالاتِ نبوت اپنی انتہا کو پہنچ کر مکمل ہوگئے جو اب تک نہ ہوتے تھے اور اب جو نبوت دنیا میں قائم ہے وہ خاتم کی ہے۔ اس کامل نبوت کے بعد کسی نئی نبوت کی ضرورت باقی نہیں رہی، نہ یہ کہ نبوت دنیا سے منقطع ہوگئی اور چھین لی گئی، معاذ اللہ۔ اس کا قدرتی ثمرہ یہ نکلتا ہے کہ نبوت جب سے شروع ہوئی اور جن کمالات کو لے کر شروع ہوئی اور کار جس حد پر آکر رکی اور ختم ہوئی اِس کے اول سے لے کر آخر تک جس قدر بھی کمالات نبوت دنیا میں وقتاً فوقتاً آتے اور طبقہ انبیاء میں سے کسی کو ملے وہ سب کے سب خاتم النبیین میں آکر جمع ہوگئے۔ جو خاتم سے پہلے اِس کمال جامعیت کے ساتھ کسی میں جمع نہیں ہوتے تھے ورنہ جہاں بھی اجتماع ہوتا وہیں پر نبوت ختم ہوجاتی اور آگے بڑھ کر یہاں تک نہ پہنچتی۔ اس

خاتم النبیین کا جامع علوم نبوت جامع اخلاق نبوت جامع احوال نبوت اور جامع جمیع شئون نبوت ہونا ضروری ٹھہرا جو غیر خاتم کے لیے نہیں ہو سکتا تھا ورنہ وہی خاتم بن جاتا۔

اور ظاہر ہے کہ جب ان ہی کمالات علم و عمل پر شریعتوں کی بنیاد ہے جو اپنی انتہائی حدود کے ساتھ خاتم النبیین میں جمع ہو کر اپنے آخری کنارہ پر پہنچ گئے جن کا کوئی درجہ باقی نہ رہا کہ اسے پہنچانے کے لیے خدا کا کوئی اور نبی آتے تو اس کا صاف مطلب یہ نکلا کہ شریعت اور دین بھی آکر خاتم پر ختم یعنی مکمل ہو گیا اور شریعت و دین کا بھی کوئی تکمیل طلب حصہ باقی نہیں رہا کہ اسے پہنچانے اور مکمل کرنے کے لیے کسی اور نبی کو دنیا میں بھیجا جاتے۔ اس لیے خاتم النبیین کے لیے خاتم الشرائع خاتم الادیان اور خاتم الکتب یا بالفاظ دیگر کامل الشریعت کامل الدین اور کامل الکتاب ہونا بھی ضروری اور قدرتی نکلا۔ ورنہ ختم نبوت کے کوئی معنی ہی نہیں ہو سکتے تھے اور ظاہر ہے کہ کامل ہی ناقص کے لیے ناسخ بن سکتا ہے نہ کہ برعکس۔ اسلیے شریعت محمدی بوجہ اپنے انتہائی کمال اور ناقابل تغیر ہونے کے سابقہ شرائع کو منسوخ کرنے کی حقدار ٹھیرتی ہے اور ظاہر ہے کہ ناسخ آخر میں آتا ہے اور منسوخ اس سے مقدم ہوتا ہے۔ اسلیے اس شریعت کا آخر میں آنا اور اس کے لانے والے کا سب کے آخر میں مبعوث ہونا بھی ضروری تھا۔ اس لیے خاتم النبیین ہونے کے ساتھ آخر النبیین بھی ثابت ہوئے کہ آپ کا زمانہ سارے انبیاء کے زمانوں کے بعد میں ہو۔ کیونکہ آخری عدالت جو ابتدائی عدالت کے فیصلوں کو منسوخ کرتی ہے آخر ہی میں رکھی جاتی ہے۔

پھر ساتھ ہی جب کہ خاتم النبیین کے معنی منتہائے کمالات نبوت کے ہوئے کہ آپ ہی پر آکر ہر کمال ختم ہو جاتا ہے تو یہ ایک طبعی اصول ہے کہ جو وصف کسی پر ختم ہوتا ہے اسی سے شروع بھی ہوتا ہے جو کسی چیز کا منتہا ہوتا ہے وہی اس کا مبدا بھی ہوتا ہے اور جو کسی شے کے حق میں خاتم یعنی مکمل ہوتا ہے۔ وہی اس کے حق میں فاتح اور سرچشمہ بھی ہوتا ہے ہم سورج کو کہیں کہ وہ خاتم الانوار ہے جس پر نور کے تمام مراتب ختم ہو جاتے ہیں تو قدرتاً اسی کو سرچشمہ انوار بھی ماننا پڑے گا کہ نور کا آغاز اور پھیلاؤ بھی اسی سے ہوا ہے اور جہاں بھی نور اور روشنی کی کوئی جھلک ہے وہ اسی کی ہے اور اسی کے فیض سے ہے اس لیے روشنی کے حق میں سورج کو خاتم کہہ کر فاتح بھی کہنا پڑے گا یا جیسے کسی بستی کے واٹر ورکس کو ہم خاتم المیاہ (پانیوں کی آخری حد) کہیں جس پر شہر کے سارے نلوں اور ٹنکیوں کے پانی کی انتہا ہو جاتی ہے تو اسی کو ان پانیوں کا سرچشمہ بھی ماننا پڑے گا کہ پانی چلا بھی یہیں سے ہے جو نلوں اور ٹنکیوں میں پانی آیا اور جس پر اسکاگ کو بھی پانی ملا وہ اسی کے فیض سے ملا۔ جیسے ہم حضرت آدم علیہ السلام کو خاتم الآبا کہیں کہ باپ ہونے کا وصف ان پر جا کر ختم ہو جاتا ہے کہ ان کے بعد کوئی اور باپ نہیں نکلتا بلکہ سب باپوں کے باپ ہونے کی آخری حد سلسلہ وار پہنچ کر حضرت آدم علیہ السلام پر ختم ہو جاتی ہے تو قدرتی طور پر وہی فاتح الآبا بھی ثابت ہوتے ہیں کہ باپ ہونے کی ابتدا بھی ان ہی سے ہو۔ اگر وہ باپ نہ بنتے تو کسی کو بھی باپ بننا نہ آتا۔ یا جیسے ہم حق تعالیٰ شانہٗ کو خاتم الوجود جانتے ہیں کہ ہر موجود کے وجود کی انتہا اسی پر ہوتی ہے تو اصولِ مذکورہ کی رو سے وہی ذات

واجب الوجود ان وجودوں کا سرچشمہ اور مبدا بھی ثابت ہوتی ہے کہ جسے بھی وجود کا کوئی حصہ ملا وہ اسی ذات اقدس کا فیض اور طفیل ہے۔ پس وجود کے حق میں ذاتِ خداوندی ہی اوّل و آخر اور مبدا و منتہا ثابت ہوتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح جب کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا "خاتم النبیین" ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہوا۔ اور اس کے معنی بھی واضح ہو گئے کہ نبوت اور کمالات نبوت آپ پر پہنچ کر ختم ہو گئے اور آپ ہی کمالات علم و عمل کے منتہا ہوتے تو اصولِ مذکورہ کی رو سے آپ ہی کو ان کمالاتِ بشری کا مبدا۔ اور سرچشمہ بھی ماننا پڑے گا کہ آپ ہی سے ان کمالات کا افتتاح اور آغاز بھی ہوا اور جسے بھی نبوت یا کمالاتِ نبوت کا کوئی کرشمہ ملا وہ آپ ہی کے واسطہ اور فیض سے ملا ہے۔ پس جیسے آدم کی ابوّت اوّل بھی تھی اور وہی لوٹ پھر کر آخری بھی ثابت ہوتی تھی۔ ساتھ ہی اصلی اور بلا واسطہ بھی تھی۔ بقیہ سب باپوں کی ابوت ان کے واسطہ اور فیض سے تھی۔ ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اوّل بھی ہوئی اور لوٹ کر پھر آخری بھی اور ساتھ ہی اصلی اور بلا واسطہ بھی ہے کہ بقیہ سب انبیاء کی نبوتیں آپ کے واسطہ اور فیض سے ہیں پس جیسے فلاسفہ کے یہاں ہر نوع کا ایک رب النوع مانا گیا ہے جو اس نوع کے لیے نقطۂ فیض ہوتا ہے۔ ایسے ہی نبوت کی مقدس نوع کا نقطۂ فیض اور جوہر فرد حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہے۔ اس لیے آپ کی نبوت اصلی ہے اور دوسرے انبیاء کی نبوت بواسطہ خاتم النبیین ہے۔ پس ہر کمالِ نبوت خواہ علمی ہو یا عملی —

اخلاقی ہو یا اجتماعی حال کا ہو یا مقام کا، وہ اولاً آپ میں ہوگا اور آپ کے واسطہ سے دوسروں کو پہنچے گا۔ اس لیئے اصولِ مذکورہ کی رو سے دائرہ نبوت میں جب آپ خاتم نبوت ہوتے تو آپ ہی فاتح نبوت بھی ہوتے۔ اگر نبوت آپ پر رکی اور منتہی ہوئی تو آپ ہی سے یقیناً چلی بھی اور شروع بھی ہوئی اسلیے آپ نبوت کے خاتم بھی ہیں اور فاتح بھی ہیں، آخیر بھی ہیں اور اوّل بھی ہیں۔ مبدا بھی ہیں اور منتہا بھی ہیں۔ چنانچہ جہاں آپ نے اپنے آپ کو خاتم النبیین فرمایا کہ:۔

انی عبد الله وخاتم النبیین — میں اللہ کا بندہ اور خاتم النبیین ہوں

(البیہقی والحاکم عن عرباض بن ساریہ)

اور جہاں آپ نے نبوت کو ایک قصر سے تشبیہ دے کر اپنے کو اس کی آخری اینٹ بتایا جس پر اس عظیم الشان قصر کی تکمیل ہو گئی۔

فانا سددتُ موضع اللّبنة وختم بی البنیان وختم بی الرسل — پس میں نے ہی (قصرِ نبوت کی آخری) اینٹ کی جگہ کو پر کیا اور مجھ ہی پر یہ قصر مکمل کر دیا گیا اور مجھ ہی پر رسول ختم کر دیئے گئے کہ میرے بعد اب کوئی رسول آنے والا نہیں۔

(کنز العمال)

وہیں آپ نے اپنے کو قصرِ نبوت کی اولین خشت اور سب سے پہلی اینٹ بھی بتایا ——— فرمایا:۔

کنتُ نبیًّا وآدم بین — میں اس وقت بھی نبی تھا جب

الروح والجسد — کہ آدم ابھی روح و بدن ہی درمیان ہی میں تھے۔

یعنی ان میں ابھی روح بھی نہیں پھونکی گئی تھی کہ میں نبی بنا دیا گیا تھا۔ جس سے واضح ہے کہ آپ خاتم ہونے کے ساتھ ساتھ فاتح بھی تھے۔ اوّل بھی تھے اور آخر بھی۔ چنانچہ ایک روایت میں اِس فاتحیت اور خاتمیت کو ایک جگہ جمع فرماتے ہوئے ارشاد ہوا (جو حدیث قتادہ کا ایک ٹکڑہ ہے) کہ :-

جعلنی فاتحًا و خاتمًا — اور مجھے اللہ نے فاتح بھی بنایا اور خاتم بھی۔

خصائص کبریٰ ص ۱۹۷/۲۲

پھر چونکہ خاتم ہونے کے لیے اوّل و آخر ہونا بھی لازم تھا تو حدیث ذیل میں اسے بھی واضح فرما دیا گیا اور آدم علیہ السلام کو حضور کا نور دکھلاتے ہوئے بطور تعارف کہا گیا کہ :-

هذا ابنك احمد هو الاول والآخر (کنز العمال) — یہ تمہارا بیٹا احمد ہے جو (نبوت میں) اوّل بھی ہے اور آخر بھی ہے۔

پھر حدیث ابی ہریرہ میں اِس اولیت و آخریت جیسی اضداد کے جمع ہونے کی نوعیت پر روشنی ڈالی گئی۔ کہ :-

كنت اول النبيين في الخلق وآخرهم في البعث (ابو نعیم فی الدلائل) — میں نبیوں میں سب سے پہلا ہوں بلحاظ پیدائش کے اور سب سے پچھلا ہوں بلحاظ بعثت کے۔

اِس لیے حقیقی طور پر آپ کی امتیازی شان محض نبوت نہیں ۔بلکہ "ختم نبوت" ثابت ہوتی ہے جس سے آپ کے لیے یہ فاتح و خاتم اور اول و آخر ہونا ثابت ہوا اور آپ سارے طبقۂ انبیاء میں ممتاز اور فائق نمایاں ہوتے اور ظاہر ہے کہ جب نبوت ہی سارے بشری کمالات کا سرچشمہ ہے اور اسی لیے سارے انبیاء علیہم السلام سارے ہی کمالاتِ بشری کے جامع ہوتے ہیں تو قدرتی طور پر "خاتم نبوت" کے لیے صرف جامع کمالات ہونا کافی نہیں بلکہ خاتم کمالات ہونا بھی ضروری ہے یعنی آپ کا ہر کمال انتہائی کمال کا نقطہ ہونا چاہیئے ۔ ورنہ ختم نبوت کے کوئی معنی ظاہر نہیں ہو سکتے اندریں صورت جہاں یہ ماننا پڑے گا کہ جو کمال بھی کسی نبی میں تھا ۔ وہ بلاشبہ آپ میں بھی تھا وہیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ آپ میں وہ کمال سب سے پہلے تھا اور سب سے بڑھ چڑھ کر تھا اور امتیاز و فضیلت کی انتہائی شان لیے ہوتے تھا اور یہ کہ وہ کمال آپ میں اصلی تھا اور اوروں میں آپ کے واسطہ سے تھا پس آپ جامع کمالات ہی نہیں بلکہ خاتم کمالات اور خاتم کمالات ہی نہیں فاتح کمالات ــــــــــ اور سرچشمۂ کمالات اور فاتح کمالات ہی نہیں بلکہ منتہائے کمالات اور منتہائے کمالات ہی نہیں بلکہ اعلی الکمالات اور افضل الکمالات ثابت ہوتے کہ آپ میں کمال ہی نہیں بلکہ کمال کا آخری اور انتہائی نقطہ ہے جس کے فیض سے اگلے اور پچھلے باکمال بنے ۔

عقلی طور پر اِس کی وجہ یہ ہے کہ جس پر عنایت ازلی سب سے

رہے اور بلا واسطہ متوجہ ہوتی۔ وہ جس درجہ کا اثر اس سے قبول کریگا یقیناً ثانوی درجہ میں اور بالواسطہ فیض پانے والے اس درجہ کا اثر نہیں لے سکتے۔ پس اوّل مخلوق یعنی اوّل ما خلق اللہ نوری کا مصداق، نورِ الٰہی کا جو نقشِ کامل اپنی استعدادِ کامل سے قبول کر سکتا ہے۔ اس کی توقع بالواسطہ اور ثانوی نقوش سے اثر لینے والوں سے نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ آپ کی سیرت مبارکہ پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح سامنے آجاتی ہے کہ جو کمالات انبیاء سابقین کو الگ الگ دیئے گئے وہ سب کے سب اکٹھے کر کے اور ساتھ ہی اپنے انتہائی اور فائق مقام کے ساتھ آپ کو عطا کئے گئے اور جو آپ میں مخصوص کمالات ہیں وہ الگ ہیں۔

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

چنانچہ ذیل کی چند مثالوں سے حضرت ان خاتمیت کی ہزاروں امتیازی خصوصیات میں سے چند کی ایک اجمالی فہرست اور سیرت خاتم الانبیاء کے بے شمار ممتاز اور خصوصی مقامات میں سے چند کی موٹی موٹی سرخیاں ہیں۔ اِس حقیقت کا اندازہ لگایا جا سکے گا کہ اولین و آخرین میں سے جس باکمال کو جو کمال دیا گیا اِس کمال کا انتہائی نقطہ حضور کو عطا فرمایا گیا، اپنی ہر جہتی حیثیت سے ممتاز و فائق اور افضل تر ہے مثلاً۔

(۱) اگر اور انبیاء نبی ہیں تو آپ خاتم النبیین ہیں۔" ماکان محمد ابا احد

من رجالکم و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین[1] (القرآن الحکیم)
اور حدیث سلمان کا حصہ ذیل لحرآن کنت اصطفیت ادم فقد ختمت
بك الانبیاء۔ وما خلقت خلقا اکرم منك علی خصائص کبری صـ ۱۹۳/۲

(۲) اگر اور انبیاء کی نبوتیں مرجع اقوام وملل ہیں تو آپ کی نبوت اس کی ساتھ ساتھ مرجع انبیاء و رسل بھی ہے۔ واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ[2] (القرآن الحکیم)

---

[1] نہیں تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین تھے۔

ع اور ارشاد حدیث کہ جبریل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کا پروردگار فرماتا ہے کہ) اگر میں نے آدم کو صفی اللہ کا خطاب دیا ہے تو آپ پر تمام انبیاء کو ختم کر کے آپ کو خاتم النبیین کا خطاب دیا ہے) اور میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کہ جو مجھے آپ سے زیادہ عزیز ہو۔

[2] اور یاد کرو کہ جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا۔ کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا۔ کتاب ہو یا حکمت، پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتادے تمہاری پاس والی کتاب کو تو اس پر ایمان لاؤ گے اور اسکی مدد کرو گے یہ مدد بلا واسطہ ہوگی اگر کوئی رسول دورۂ محمدی کو پا جائیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام آپ ہی کی نبوت کے دورہ میں آسمان سے اترینگے اور اتباع محمدی کرینگے) یا بواسطہ امم واقوام ہوگی اگر خود رسول دورۂ محمدی نہ پائیں جیسے تمام انبیاء سابقین جو دورۂ محمد سے پہلے گزر گئے اور آپ کا دورۂ شریعت انہوں نے نہیں پایا۔

(۳) اگر اور انبیا۔ عابد ہیں تو آپ کو ان عابدین کا امام بنایا گیا۔ ثم[3] دخلت بیت المقدس فجمع لی الانبیاء فقدمنی جبریل حتی اممتھم (نسائی عن انس)

(۴) اگر اور انبیاء اپنے ظہور کے وقت نبی ہوتے تو آپ اپنے وجود ہی کے وقت سے نبی تھے جو تخلیق آدم کی تکمیل سے بھی قبل کا زمانہ ہے۔ کنت[4] نبیا و ادم بین الروح والجسد (مسند احمد)

(۵) اگر اوروں کی نبوت حادث تھی جو حضور کی نبوت عالمِ خلق میں قدیم تھی۔ قال[5] ابوھریرۃ متی وجبت لک النبوۃ؟ قال بین خلق آدم و نفخ الروح فیہ (مستدرک حاکم وبیہقی وابونعیم)

(۶) اگر اور انبیاء اور ساری کائنات مخلوق ہیں تو آپ مخلوق ہونے کے ساتھ ساتھ سببِ تخلیقِ کائنات بھی ہیں۔ فلولا[6] محمد ماخلقت آدم ولا الجنۃ ولا النار (مستدرک)

---

[3] شبِ معراج کے واقعہ کا ٹکڑا ہے کہ پھر میں داخل ہوا بیت المقدس میں اور میرے لیے تمام انبیاء کو جمع کیا گیا۔ تو مجھے جبرائیل نے آگے بڑھایا یہانتک میں نے تمام انبیاء کی امامت کی۔

[4] میں نبی تھا اور آدم ابھی تک روح اور بدن کے درمیان ہی تھے (یعنی ان کی تخلیق ابھی مکمل نہ ہوئی تھی۔)

[5] ابوہریرہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ کے لیے نبوت کب ثابت ہوئی؟ آپؐ نے فرمایا۔ آدم کی پیدائش اور ان میں روح آنے کے درمیان میں۔

[6]۔ اگر محمدؐ نہ ہوں (یعنی میں انہیں پیدا نہ کروں) تو نہ آدم کو پیدا کرتا نہ جنت و نار کو

(۷) اگر عہد الست میں اور انبیاء مع تمام اولاد کے بلیٰ کے ساتھ مقر تھے تو حضور اول المقربین تھے جنہوں نے سب سے پہلے بلیٰ کہا اور بلیٰ کہنے کی سب کو راہ دکھلائی۔ کانؐ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اول من قال بلیٰ ولذلک صار یتقدم الانبیاء وھو آخر من بعث (خصا

(۸) اگر روز قیامت اور انبیاء قبروں سے مبعوث ہونگے تو آپ اول المبعوثین ہوں گے۔ اناؐ اول من تنشق عنہ الارض (مسند احمد عن ابن عبا

(۹) اگر اور انبیاء ابھی عرصات قیامت ہی میں ہونگے تو آپ کو سب سے پہلے پکار بھی لیا جائے گا۔ کہ مقام محمود پر پہنچ کر اللہ کی منتخب حمد وثنا کریں۔ فیکونؐ اول من یدعیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فذالک قولہ تعالیٰ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا (مستدرک وبیہقی عن حذیفہ)

(۱۰) اگر اور انبیاء کو روزِ قیامت ہنوز سجدہ کی جرات نہ ہوگی تو آپ سب سے پہلے ہوں گے جنہیں سجدہ کی اجازت دی جائے

ؐ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے (عہد الست کے وقت) بلیٰ فرمایا۔ اسی لیے آپ تمام انبیاء پر مقدم ہو گئے درحالیکہ آپ سب کے آخر میں بھیجے گئے ہیں۔

ؐ میں سب سے پہلا ہوں گا کہ زمین اس کے لیے شق ہوگی یعنی قبر سے سب سے پہلے میں اٹھونگا

ؐ پس جنہیں (میدان محشر میں) سب سے پہلے پکارا جائے گا۔ (کہ مقام محمود پر آجائیں اور حمد وثنا کریں۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ یہی معنی ہیں اللہ کے اس قول کے کہ قریب ہے بھیجے گا آپ کو آپ کا رب مقام محمود پر۔

گی۔ انا اول من یوذن له بالسجود یوم القیٰمة (مسند احمد عن ابی الدرداء)

(۱۱) اگر اور انبیاء اجازت عامہ کے بعد ہنوز سجدہ ہی میں ہوں گے تو آپ کو سب سے اول سجدہ سے سر اٹھانے کی اجازت دے دی جائیگی انا اول من یرفع رأسه فانظر الی بین یدیّ (مسند احمد عن ابی الدرداء) وفی مسلم:-

فیقال یا محمد ارفع رأسك سل تعط واشفع تشفّعْ

(۱۲) اگر اور انبیاء روزِ قیامت شافع اور شفع ہوں گے تو آپ اول شافع اور اول مشفع ہوں گے۔ انا اول شافع واول مشفع (ابو نعیم فی الحلیہ عن جابر)

(۱۳) اگر اور انبیاء کو شفاعت صغریٰ یعنی اپنی اپنی قوموں کی شفاعت دی جائے گی تو حضور کو شفاعت کبریٰ یعنی تمام اقوام دنیا کی شفاعت دی جائے گی۔ اذھبوا الی محمد فیاتون فیقولون یا محمد انت رسول الله وخاتم النبیین غفر لك الله ما تقدم من ذنبك وماتاخر

---

۱۰ میں سب سے پہلا ہونگا۔ جسے قیامت کے دن سجدہ کی اجازت دیجائیگی

۱۱ میں سب سے پہلے سجدہ سے سر اٹھاؤں گا اور اپنے سامنے نظر کروں گا۔ (جب کہ سب کی نگاہیں نیچی ہوں گی) کہا جائے گا محمد! سر اٹھاؤ جو مانگو گے دیا جائے گا جس کی شفاعت کروگے قبول کی جائیگی۔

۱۲ میں سب سے پہلا شافع اور سب سے پہلا مشفع ہونگا (جس کی شفاعت قبول کی جائیگی)

فاشفع لنا الی ربك الحدیث[۱۳] (مسند احمد عن ابی ہریرہ)

(۱۴) اگر تمام انبیاء قیامت کی ہولناکی کے سبب شفاعت سے بچنے کی کوشش کریں گے اور لست[۱۴] لھا لست لھا (میں شفاعت کا اہل نہیں ہوں) کہہ کر پیچھے ہٹ جائیں گے تو حضور کے دعوے کے ساتھ انا لھا انا لھا (میں اس کا اہل ہوں) کہہ کر آگے بڑھیں گے اور شفاعت عامہ کا مقام سنبھال لیں گے (مصنف ابن ابی شیبہ عن سلمان)۔

شفاعت[۱۳] کے سلسلہ میں اس حدیث طویل میں ہے کہ جب اولین و آخرین کی سرگردانی پر اور طلب شفاعت پر سارے انبیاء جواب دیں گے کہ ہم اس میدان میں نہیں بڑھ سکتے اور لوگ آدم سے لے کر تمام انبیاء و رسل تک سلسلہ وار شفاعت سے عذر سنتے ہوئے حضرت عیسٰی علیہ السلام تک پہنچیں گے اور طالب شفاعت ہونگے تو فرمائیں گے کہ) جاؤ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تو آدم کی ساری اولاد آپکے پاس حاضر ہوگی اور عرض کرے گی کہ اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں (گویا آج سارے عالم کو رسالت محمدی اور ختم نبوت کا اقرار کرنا پڑیگا) آپکی اگلی اور پچھلی لغزشیں سب پہلے ہی معاف کردی گئی ہیں (یعنی آپکے لیے اس عذر کا موقع نہیں جو ہر نبی نے کیا کہ میرے اوپر فلاں لغزش کا بوجھ ہے میں شفاعت نہیں کرسکتا کہیں مجھ سے ہی بازپرس نہ ہونے لگے) اس لیے آپ پروردگار سے ہماری شفاعت فرمائیں تو آپ اسے بلا جھجک اور بلا معذرت کے قبول فرمالیں گے اور شفاعت کبریٰ کریں گے۔

[۱۴] اس روایت کی بھی وہی تفصیل ہے جو ۱۳ میں گزری۔

(۱۴) اگر اور انبیاء ابھی میدان حشر میں ہوں گے تو آپ سب سے پہلے ہوں گے جو پل صراط کو عبور بھی کر جائیں گے یضرب[۱۴] جسر جھنم فاکون اول من یجیز (بخاری و مسلم عن ابی ہریرہ)۔

(۱۵) اگر اور انبیاء۔ اور اولین و آخرین ہنوز پیش دروازہ جنت ہی ہوں گے تو آپ سب سے پہلے ہوں گے جو دروازہ جنت کھٹکھٹائیں گے انا[۱۵] اول من یقرع باب الجنۃ (ابو نعیم عن ابو ہریرہ)

(۱۶) اگر اور انبیاء۔ اور اقوام انبیاء ہنوز داخلہ جنت کی اجازت ہی کے مرحلہ پر ہوں گے تو آپ کے لیے سب سے پہلے دروازہ جنت کھول بھی دیا جائے گا۔ انا[۱۶] اول من تفتح لہ ابواب الجنۃ (ابو نعیم و ابن عساکر عن حذیفہ)

(۱۷) اگر اور انبیاء۔ باب جنت کھلنے پر ابھی داخلہ کے آرزومند ہی ہوں گے تو آپ سب سے اول جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ وانا[۱۷] اول من یدخل الجنۃ یوم القیٰمۃ و لا فخر (بیہقی و ابو نعیم عن انس)

(۱۸) اگر اور انبیاء کو علوم خاصہ عطا ہوئے تو آپ کو علم اولین و آخرین دیا گیا۔[۱۸] اوتیت علم الاولین والآخرین (خصائص کبریٰ ص۲)

---

۱۴ جہنم پر پل تان دیا جائے گا تو سب سے پہلے اسے عبور کرنے والا میں ہوں گا۔

۱۵ میں سب سے پہلے دروازہ جنت کھٹکھٹاؤں گا۔

۱۶ میرے لئے سب سے پہلے دروازہ جنت کھولا جائے گا۔

۱۷ روز قیامت میں ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا۔ مگر فخر سے نہیں کہتا۔

۱۸ مجھے علم اولین و آخرین دیا گیا ہے جو الگ الگ انبیاء کو دیا گیا تھا جیسے آدمؑ کو علم اسماء۔ یوسفؑ کو علم تعبیر خواب، سلیمانؑ کو علم منطق الطیر، خضرؑ کو علم لدنی، عیسیٰؑ کو حکمت وغیرہ

(۱۹) اگر اور انبیاء کو خلق حسن عطا ہوا جس کے معنی معاملات میں حدود سے نہ گزرنے کے ہیں اور خلق کریم عطا جس کے معنی عفو و مسامحہ کے ہیں تو آپ کو خلق عظیم دیا گیا جس کے معنی دوسروں کی تعدی پر نہ صرف ان سے درگزر کرنے اور معاف کر دینے کے ہیں بلکہ ان کے ساتھ احسان کرنے اور حسنِ سلوک سے پیش آنے کے ہیں جو تمام محاسن اخلاق اور مکارم اخلاق دونوں کا جامع ہے۔ وانک لعلیٰ خلق عظیم (القرآن الکریم)

(۲۰) اگر اور انبیاء متبوع امم اقوام تھے تو حضور متبوع انبیاء و رسل تھے۔ ۲۰ لو کان موسیٰ حیاما وسعہ الا اتباعی (مشکوٰۃ)

(۲۱) اگر اور انبیاء کو قابل نسخ کتابیں ملیں تو آپ کو ناسخ کتاب عطا

---

۱۹ خلق حسن یہ ہے کہ ظلم کرنے والے سے اپنا حق پورا پورا لیا جائے۔ چھوڑا نہ جائے مگر عدل و انصاف جس میں کوئی تعدی اور زیادتی نہ ہو۔ یہ مساوات ہے اور خلافِ رحمت نہیں۔ خلقِ کریم یہ ہے کہ ظالم کے ظلم سے درگزر کر کے اپنا حق معاف کر دیا جائے یہ کریم النفس ہے اور فی الجملہ رحمت بھی ہے کہ اگر دیا نہیں تو لیا بھی نہیں اور خلقِ عظیم یہ ہے کہ ظالم سے نہ صرف اپنے حق کی ادائیگی معاف کر دی جائے بلکہ اوپر سے اس کے ساتھ سلوک و احسان بھی کیا جائے جب کہ وہ حق تلفی کر رہا ہو۔ اس خلق کی روح غلبہ رحمت و شفقت اور کمال ایثار ہے اسی کو فرمایا کہ اے نبی! آپ خلقِ عظیم پر ہیں۔

۲۰ اگر موسیٰ آج زندہ ہوتے تو انہیں بھی میرے اتباع کے سوا چارہ کار نہ تھا۔

ہوتی۔ ان[۲۱] عمر اتی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بنسخۃ من التوراۃ فقال یارسول اللّٰہ ھذہ نسخۃ من التوراۃ فسکت فجعل یقرأ ووجہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یتغیر فقال ابوبکر ثکلتک الثواکل ماتری ما بوجہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم؟ فنظر عمر الی وجہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال اعوذ باللّٰہ من غضب اللّٰہ وغضب رسولہ رضینا باللّٰہ ربا و بالاسلام دینا وبمحمد نبیًّا فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم والذی نفس محمد بیدہ لوبدالکم موسٰی فاتبعتموہ وترکتمونی نضللتم عن سواء السبیل ولوکان حیًّا وادرک نبوتی لاتبعنی (دارمی عن جابر)

---

[۲۱] حضرت عمرؓ تورات کا ایک نسخہ حضور کے پاس لے آئے اور عرض کیا کہ یہ تورات ہے۔ آپ خاموش رہے تو انہوں نے اسے پڑھنا شروع کر دیا اور آپ کا چہرۂ مبارک غصہ سے متغیر ہونا شروع ہو گیا تو صدیق اکبرؓ نے حضرت عمرؓ کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا تجھے گم کردیں گم کرنے والیاں کیا چہرۂ نبوی کا اثر تمہیں نظر نہیں آرہا ہے؟ تب حضرت عمرؓ نے چہرۂ اقدس کو دیکھا اور دہل گئے، فوراً زبان پر جاری ہو گیا) میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے غضب سے اور اس کے رسول کے غضب سے ہم راضی ہوتے اللہ سے بلحاظ رب ہونے کے اور راضی ہوتے اسلام سے بلحاظ دین ہونے کے اور راضی ہوتے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بلحاظ نبی ہونے کے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر

باقی صفحہ ۲۰ پر

(۲۲) اگر اور انبیاء کو دین عطا کیا گیا تو آپ کو کمال دین دیا گیا جس میں نہ کمی کی گنجائش ہے نہ زیادتی کی الیوم[۲۲] اکملت لکم دینکم (القرآن الحکیم)

(۲۳) اگر اور انبیاء کو ہنگامی دین دیئے گئے تو حضور کو دوامی دین عطا کیا گیا الیوم[۲۳] اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (القرآن الحکیم)

(۲۴) اگر اور انبیاء کو دین عطا ہوا تو آپ کو غلبہ دین عطا کیا گیا ھو[۲۴] الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ (القرآن الحکیم)

(۲۵) اگر اور انبیاء کے دین میں تحریف و تبدیل راہ پا گئی جس سے وہ ختم ہو

(بقیہ ۱۹) آج تمہارے پاس موسیٰ آجائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کا اتباع کرنے لگو تم بلاشبہ سیدھے راستہ سے بھٹک جاؤ گے اور اگر آج موسیٰ زندہ ہو کر آجائیں اور میری نبوت کو پا لیں تو وہ یقیناً میرا ہی اتباع کریں گے۔

۲۲ آج کے دن میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا (جس میں نہ اب کمی کی گنجائش ہے نہ زیادتی)

۲۳ آج کے دن میں نے دین کو کامل کر دیا جس میں کوئی کمی نہیں رہی تو کسی نئے دین کی ضرورت نہیں رہی پس وہ منسوخ ہو گیا جس سے اس دین کا دوامی ہونا ظاہر ہے اور پہلے ادیان میں کمی تھی جس کی اس دین سے تکمیل ہوئی تو پچھلے کسی ناتمام دین کی اب حاجت نہیں رہی پس وہ منسوخ ہو گیا جس سے اس کا ہنگامی ہونا ظاہر ہے)

۲۴ وہی ذات ہے جس نے اپنا رسول بھیجا ہدایت و دین دے کر تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے۔

گئے تو آپ کے دین میں تجدید رکھی گئی جس سے قیامت تک تازہ بہ تازہ ہو کر دواماً باقی رہے گا ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل ماۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا[۲۵] (مشکوٰۃ)۔

(۲۶) اگر شریعت موسوی میں جلال اور شریعت عیسوی میں جمال غالب تھا۔ یعنی حکم کی صرف ایک ایک جانب کی رعایت تھی۔ تو شریعت محمدی میں جلال و جمال کا مجموعی کمال غالب ہے جس کا نام اعتدال ہے جس میں حکم کی دونوں جانبوں کے ساتھ درمیانی جہت کی رعایت ہے جسے توسط کہتے ہیں۔

[۲۶] وَجَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا (القرآن الحکیم)

(۲۷) اگر دینوں میں تشدد اور تنگی اور شاق شاق ریاضتیں تھیں، جسے تشدد کہا جاتا ہے تو اس دین میں نرمی اور توافق طبائع رکھ کر تنگ گیری ختم کر دی گئی ہے

لا تشددو[۲۷] علیٰ انفسکم فیشدد اللہ علیکم فان قوما شددو علیٰ انفسھم فشدد اللہ علیھم فتلک بقایاھم فی الصوامع والدیار (ابوداؤد عن انس)

---

[۲۵] بلاشبہ اللہ تعالیٰ اٹھاتا رہے گا اس امت کے لیے وہ لوگ جو ہر صدی کے سرے پر دین کو تازہ بتازہ کرتے رہیں گے۔

[۲۶] اور بنایا ہم نے تم کو (بحیثیت دین) کے امت اعتدال۔

[۲۷] اپنے اوپر سختی مت کرو (ریاضت شاقہ اور ترک لذات میں مبالغے مت کرو) کہ اللہ بھی تم پر سختی فرمانے لگے اسلیے کہ جنہوں نے اپنے اوپر تشدد کیا رہبانیت سے یعنی یہود و نصاریٰ تو اللہ نے بھی ان پر سختی کی سو یہ مندروں اور خانقاہوں میں کچھ انھی کے بچے بچائے لوگ پڑے ہوتے ہیں۔

(۲۸) اگر بسلسلہ خصومات شریعت موسوی میں تشدد ہے یعنی انتقام فرض ہے عفو و درگذر جائز نہیں وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس والعین بالعین الآیۃ اور شریعت عیسوی میں تساہل ہے یعنی عفو و درگذر فرض ہے انتقام جائز نہیں بنص انجیل گال پر تھپڑ کھا کر دوسرا گال بھی پیش کردو تو شریعت محمدی میں توسط و اعتدال فرض ہے کہ انتقام جائز اور عفو و درگذر افضل ہے جس میں یہ دونوں شریعتیں جمع ہو جاتی ہیں۔ وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ انہ لا یحب الظلمین (القرآن الحکیم)

(۲۹) اگر شریعت عیسوی میں صرف باطنی صفائی پر زور دیا گیا ہے خواہ ظاہر گندہ ہی کیوں نہ رہ جاتے نہ غسل جنابت ہے نہ تطہیر اعضاء، دوسری ملتوں میں صرف ظواہر کی صفائی پر زور دیا گیا ہے کہ غسل بدن روزانہ ضروری ہے خواہ میں باطن میں خطرات کفر و شرک کچھ بھی بھرے پڑے رہیں تو شریعت محمدی میں طہارت

ع ۔ اور ہم نے ان بنی اسرائیل پر فرض کر دیا تھا توریت میں کہ نفس کا بدلہ نفس، آنکھ کا بدلہ آنکھ۔ الخ

ع ۔ انجیل میں فرمایا گیا ہے کہ کوئی تمہارے بائیں گال پر تھپڑ مارے تو تم دایاں گال بھی پیش کہ بھاتی ایک اور مارتا چل۔ خدا تیرا بھلا کرے گا۔

۲۸ اور برائی کا بدلہ اسی جیسی اور اتنی ہی برائی ہے یہ خلق حسن ہے اور جو معاف کرے اور درگزر کرے تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔ اور اللہ ظالموں کو جو حد سے گزر جانے والے ہوں،) پسند نہیں کرتا۔

— * —

22370

ظاہر و باطن دونوں کو جمع کیا گیا ہے۔ وثیابک فطھر[29] (القرآن الحکیم)
حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا فتیٰ ارفع ازارک فانہٗ انقی لثوبک واتقی
لربک ارشاد حدیث ہے۔ السواک مطھرۃ للفم مرضاۃٌ للرب
(۳۰) اگر اور ادیان میں اپنی اپنی قومیتوں اور ان ہی کے چھکانے کی رعایت
ہے۔ مقولہ موسوی ہے ان[ع] ارسل معنا بنی اسرائیل ولا تعذ بھم
مقولہ عیسوی ہے کہ میں اسرائیلی بھیڑوں کو جمع کرنے آیا ہوں" وغیرہ تو دین محمدی
میں نفس انسانیت کی رعایت اور پورے عالم بشریت پر شفقت سکھلائی گئی ہے
الخلق[30] عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من یحسن الیٰ عیالہ (مشکوٰۃ)

---

۲۹ اور اپنے کپڑوں کو پاک کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے قریب ایک نوجوان مزاج پرسی کے لیے حاضر ہوا جس کی ازار ٹخنوں سے نیچی زمین پر گھسٹتی ہوئی آرہی تھی۔ تو فرمایا کہ اے جوان لنگی ٹخنوں سے اوپر اٹھا کہ یہ کپڑے کے حق میں صفائی اور پاکی اور پروردگار کی نسبت سے تقوٰی (باطنی پاکی) کا سبب ہوگی جس سے ظاہری و باطنی دونوں پاکیوں کا مطلوب ہونا واضح ہے اور حدیث میں ہے کہ مسواک کرنا منہ کی تو پاکی ہے اور پروردگار کی رضا ہے۔ یعنی مسواک ظاہری اور باطنی دونوں پاکیاں پیدا کرتی ہے جس سے ظاہر و باطن کی صفائی اور پاکی کا مطلوب ہونا نمایاں ہے۔

ع بھیج میری ساتھ بنی اسرائیل کو اور انہیں ستا مت۔

۳۰ ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کو سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو اس کے کنبہ کی ساتھ احسان سے پیش آئے۔

(۳۱) اگر ادوار انبیاء نے صرف ظاہر شریعت یا صرف باطن پر حکم کیا تو آپ نے ظاہر و باطن دونوں پر حکم کیا اور آپ کو شریعت و حقیقت دونوں عطا کی گئیں۔ عن[۳۱] الحارث بن حاطب ان رجلا سرق علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فاتی به فقال اقتلوه فقالوا انما سرق قال فاقطعوه (فقطع) ثم سرق ایضا فقطع ثم سرق علی عهد ابی بکر فقطع ثم سرق فقطع حتی قطعت قوائمه ثم سرق الخامسة فقال ابوبکر کان رسول الله علیه وسلم اعلم بهذا حیث امر بقتله اذهبوا به فاقتلوه (مستدرک، حاکم وصحح)

---

[۳۱] خضر علیہ السلام نے صرف باطن شریعت یعنی حقیقت پر حکم کیا جیسے کشتی توڑ دی۔ ناکردہ گناہ لڑکے کو قتل کر دیا یا بخیل گاؤں کی دیوار سیدھی کر دی اور موسٰے علیہ السلام نے صرف ظاہر شریعت پر حکم کیا کہ ان تینوں امور میں حضرت خضر علیہ السلام سے مواخذہ کیا۔ جب انہوں نے حقیقت حال ظاہر کی تب مطمئن ہوتے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر شریعت پر بھی حکم فرمایا جیسا کہ عام احکام شرعیہ ظاہر ہی پر ہیں اور کبھی کبھی باطن اور حقیقت پر بھی حکم فرمایا جیسا کہ حدیث میں اس کی نظیر یہ ہے کہ حارث بن حاطب ایک چور کو لائے تو حضورؐ نے فرمایا کہ اسے قتل کر دو حالانکہ چوری کی ابتدائی سزا قتل نہیں تو صحابہؓ نے موسیٰ صفت بن کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس نے تو چوری کی ہے (کسی کو قتل نہیں کیا جو قتل کا حکم فرمایا جاوے) فرمایا اچھا اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ اس نے پھر چوری کی تو اس کا (بایاں پیر) کاٹ دیا

(باقی صفحہ ۲۸)

(الف۳۲) اگر انبیاء سابقین کو شرائع اصلیہ دی گئیں تو آپ کو آپ کی امت کے راسخین فی العلم کو شرائع وضعیہ یعنی اجتہادی مذاہب عطا کیے گئے جن میں تشریع کی شان رکھی گئی کہ آئمہ اجتہاد اصل شریعت کے احکام و علل و اوصاف اور اسرار و حکم میں شرعی ذوق سے غور و تدبر کر کے نئے نئے حوادث کے احکام کا استخراج کریں اور باطن شریعت کھول کر نمایاں کر دیں لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم (القرآن الحکیم)

(ب۳۲) اگر اور انبیاء کے ادیان میں ایک نیکی کا اجر ایک ہی ہے تو آپ کے دین میں ایک نیکی کا اجر دس گنا ہے اور ایک نیکی برابر دس نیکیوں کے ہے۔ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا (القرآن الحکیم)۔

بقیہ ص۲۴ گیا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ نے اس نے پھر چوری کی تو اس کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا چوتھی بار اس نے پھر چوری کی تو دایاں پیر بھی کاٹ دیا گیا۔ لیکن چاروں ہاتھ پیر کاٹ دیئے جانے کے باوجود جب اس نے پانچویں دفعہ پھر چوری کی تو صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ اسکے بارہ میں علم حقیقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھا کہ آپ نے پہلی ہی بار ابتداہی میں جان لیا تھا کہ چوری اس کا جز نفس ہے یہ چوری کی سزاؤں سے باز آنے والا نہیں اور ابتدا ہی میں اس کے باطن پر حکم لگا کر قتل کا حکم دیدیا تھا ہمیں اب خبر ہوئی جب کہ وہ ظاہر میں ضابطہ سے قتل کے قابل بنا۔ لہذا اسے قتل کر دو۔ تب وہ قتل کیا گیا۔ اس قسم کے بہت سے واقعات احادیث میں جابجا ملتے ہیں۔

و۳۲ اور جب ان کے پاس کوئی بات امن کی یا خوف کی پہنچتی ہے تو اسے پھیلا دیتے ہیں حالانکہ اگر اسے وہ پیغمبر کی طرف یا راسخین فی العلم تک پہنچا دیتے تو جو لوگ اس میں سے استنباط کرتے ہیں وہ اسے جان لیتے (جس سے استنباطی اور اجتہادی شرائع ثابت ہوتی ہیں)

ب۳۲ جس نے ایک نیکی کی تو اس کے لیے دس گنا اجر ہے۔

(۳۳) اگر اور انبیاء کو ایک ایک نماز ملی تو حضور کو پانچ نمازیں عطا ہوئیں۔

۳۳ عن محمد بن عائشہ ان آدم لما تیب علیہ عند الفجر صلی رکعتین فصارت الصبح وفدی اسحٰق عند الظھر فصلی ابراھیم اربعا فصارت الظھر و بعث عزیر فقیل لہ کم لبثت قال یوما فرای الشمس فقال او بعض یوم فصلی اربع رکعات فصارت العصر وغفر لداؤد عند المغرب فقام فصلی اربع رکعات فجھد فجلس فی الثالثۃ فصارت المغرب ثلثا و اول من صلی العشاء الاخرۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم (طحاوی بحوالہ خصائص کبری ص۲۰۴ ج۲)

---

۳۳ محمد بن عائشہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کی توبہ جس دن فجر کے وقت قبول کی گئی تو انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں تو صبح کی نماز کا وجود ہوا اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کا جب ظہر کے وقت فدیہ دیا گیا اور انہیں ذبح سے محفوظ رکھا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار رکعتیں بطور شکر نعمت پڑھیں تو ظہر ہو گئی اور حضرت عزیر علیہ السلام کو جب زندہ کیا گیا اور کہا گیا کہ تم کتنے وقت مردہ رہے ؟ کہا، ایک دن، پھر جو سورج دیکھا تو کہا یا کچھ حصہ دن (جو عصر کا وقت ہوتا ہے) اور چار رکعت پڑھی تو عصر ہو گئی اور مغفرت کی گئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی غروب کے وقت تو وہ کھڑے ہوتے چار رکعت پڑھنے کے لیے تین پڑھی تھیں کہ تھک گئے تو تیسری ہی میں بیٹھ گئے تو مغرب ہو گئ اور سب سے پہلے جس نے عشاء کی نماز پڑھی ۔ وہ نبی کریم صلعم ہیں اور مذکورہ چاروں نمازیں بھی آپ کو دی گئیں۔

(۳۴) اگر اور انبیاء کی ایک نماز ایک ہی رہی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ نمازیں پچاس کے برابر رکھی گئیں۔ ھی خمس بخمسین (نسائی عن انس)

(۳۵) اگر اور انبیاء نے بطور شکر نعمت خود سے اپنی اپنی نمازیں متعین کی تو آپ کو آسمان پر بلا کر اپنی تعیین سے نمازیں خود حق تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمائیں (کما فی حدیث المعراج المشھور)[۳۵]

(۳۶) اگر اور انبیاء کی نمازیں مخصوص مواقع کے ساتھ مقید تھیں جیسے محراب یا صومعہ یا کنیسہ وغیرہ تو حضور کی نماز کے لیے پوری زمین کو مسجد بنایا گیا۔ جعلت لی الارض مسجدا وطھورا[۳۶] (بخاری و مسلم) وعن جابر ولم یکن احد من الانبیاء یصلی حتی یبلغ محرابہ (خصائص کبری ص۱۸۶ ج۲)

---

[۳۴] شب معراج میں آپ کو پچاس نمازیں دی گئیں جن میں موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے آپؐ کمی کی درخواست کرتے رہے اور پانچ پانچ ہر دفعہ کم ہوتی رہیں جب پانچ رہ گئیں اور آپ نے حیاءً ان میں کمی کی درخواست نہیں فرمائی۔ تو ارشاد ہوا بس یہ پانچ نمازیں ہی آپ پر اور آپ کی امت پر فرض ہیں مگر یہ پانچ پچاس کے برابر رہیں گی اجر و ثواب میں

[۳۵] جیسا کہ حدیث معراج میں تفصیلاً مذکور ہے اور حاشیہ ۲۸ میں اسکا مختصر تذکرہ آچکا ہے

[۳۶] انبیاء میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا کہ اپنی محراب (مسجد) میں آئے بغیر نماز ادا کرتا ہو یعنی بغیر مسجد کے دوسری جگہ نماز ہی ادا نہ ہوتی تھی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں دی گئیں ہیں جو سابقہ انبیاء کو نہیں دی گئیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ میرے لئے ساری زمین کو مسجد اور ذریعہ پاکی بنا دیا گیا ہے کہ اس سے تیمم کروں جو حکم میں وضو

(باقی صفحہ ۲۸ پر)

(۳۷) اگر اور انبیاء۔ اپنے اپنے قبیلوں اور قوموں کی طرف مبعوث ہوتے تو آپ تمام اقوام اور تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمائے گئے۔ کان[۳۷] النبي يبعث الى قومه خاصه و بعثت الى الناس كافة (بخاری و مسلم عن جابر) و فی التنزیل وما ارسلنٰک الا کافةً للناس

(۳۸) اگر اور انبیاء کی دعوت خصوصی تھی تو آپ کو دعوتِ عامہ دی گئی۔ یاایها[۳۸] الناس اعبدوا ربکم وقال اللہ تعالیٰ یاایها الناس اتقوا ربکم (القرآن الحکیم)

(۳۹) اگر اور انبیاء محدود حلقوں کے لیے رحمت تھے تو آپ سارے جہانوں کے لیے رحمت تھے۔ وما ارسلنٰک الا رحمة للعلمین (القرآن الحکیم)۔

(۴۰) اگر اور انبیاء اپنے اپنے حلقوں کو ڈرانے والے تھے۔ تو حضورؐ جہانوں کے لیے نذیر تھے۔ وان من امة الا خلا فیها نذیر اور حضورؐ کے لیے

بقیہ ۳۶ ۔ کے ہو جائے یا تیمم جنابت کروں جو حکم میں غسلِ جنابت کے ہو جاتے جب کہ پانی موجود نہ ہو یا اس پر قدرت نہ ہو۔

۳۷ ہر نبی خصوصیت سے اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں سارے انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں اور قرآن شریف میں ہے اور نہیں بھیجا ہم نے تمہیں اے پیغمبر مگر سارے انسانوں کے لیے۔

۳۸ اے انسانو! اپنے رب کی عبادت کرو۔ اے انسانو! اپنے رب سے ڈرو۔

۳۹ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔

لیکون للعٰلمین نذیرا[۱] (القرآن الحکیم)

(۴۱) اگر اور انبیاء اپنی اپنی قوموں کے لیے مبعوث اور ہادی تھے و لکل قوم ھاد (ہر ہر قوم کے لیے ایک ایک ہادی ضرور آیا) تو حضورؐ سارے انسانوں کے لیے ہادی تھے۔ وما ارسلناک الا کافۃ للناس[۲] (القرآن الحکیم) و بعثت انا الی الجن و الانس (بخاری و مسلم عن جابر)

(۴۲) اگر اور انبیاء کو ذکر دیا گیا کہ مخلوق انہیں یاد رکھے تو آپ کو رفعتِ ذکر دی گئی کہ زمینوں اور آسمانوں، دریاؤں اور پہاڑوں، میدانوں اور غاروں میں آپ کا نام علی الاعلان پکارا جاتے۔ اذانوں اور تکبیروں، خطبوں اور خاتوں، وضو و نماز اور اوراد و اشغال اور دعاؤں کے افتتاح و اختتام میں آپکے نام اور منصبِ نبوت کی شہادت دی جاتی۔ و رفعنا لک ذکرک[۳] (القرآن الحکیم) و حدیث ابو سعید خدری قال لی جبریل قال اللہ اذا ذکرت ذکرت معی (ابن جریر و ابن حبان)

---

[۱] اور کوئی امت نہیں گزری جس میں ڈرانے والا نہ آیا۔ اور حضور کے لیے فرمایا گیا تاکہ ہوں آپ سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔

[۲] اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سارے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے اور ارشادِ حدیث ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں جنوں اور انسانوں سب کی طرف۔

[۳] اور ہم نے اپنے پیغمبر تمہارا ذکر اونچا کیا۔ حدیث میں ہے کہ مجھے جبرائیل نے کہا۔ کہ حق تعالیٰ نے فرمایا (اے پیغمبر) جب آپ کا ذکر کیا جائے گا۔ تو میرے ساتھ کیا جائے گا اور جب میرا ذکر ہوگا۔ تو میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر ہوگا جیسا کہ اذانوں تکبیروں خطبوں

بقیہ اگلے صفحہ پر

(۴۳) اگر اور انبیاء کا محض ذکر حق تعالےٰ نے فرمایا تو آپ کا ذکر اپنے نام کے ساتھ ملا کر فرمایا۔ دیکھو سابقہ حاشیہ کی دو درجن سے زائد آیتیں۔

(۴۴) اگر اور انبیاء نے روحانیت کے کمال کو خلوت و انقطاع اور رہبانیت کا پابند ہو کر دکھلایا۔ تو آپ نے اسے جلوتوں کے ہجوم جہاد، جماعت، سیاحت و سفر، شہری زندگی، معاشرت اور حکومت و سیاست کے سارے اجتماعی گوشوں میں سمو کر دکھلایا۔

بقیہ صفحہ ۲۹ ، اور دعاؤں کے افتتاح و اختتام کے درود شریف سے واضح ہے اور امت میں معمول بہ ہے جیسا فرمایا گیا۔ اطیعوا[1] اللّٰہ واطیعوا الرسول۔ واطیعوا[2] اللّٰہ و رسولہ ان کنتم مومنین۔ ویطیعون[3] اللّٰہ ورسولہ۔ انما[4] المومنین الذین آمنو باللّٰہ و رسولہ۔ براءۃ[5] من اللّٰہ ورسولہ۔ و اذان[6] من اللّٰہ ورسولہ۔ استجیبوا[7] للّٰہ وللرسول۔ ومن[8] یعص اللّٰہ و رسولہ۔ اذا قضی[9] اللّٰہ و رسولہ امرًا۔ وشاقوا[10] اللّٰہ ورسولہ۔ ومن[11] یشاقق اللّٰہ و رسولہ۔ ومن[12] یحادد اللّٰہ و رسولہ۔ ولم[13] یتخذوا من دون اللّٰہ و رسولہ۔ یحاربون[14] اللّٰہ و رسولہ۔ ما حرم[15] اللّٰہ ورسولہ قل[16] الانفال للّٰہ والرسول۔ فان[17] للّٰہ خمسہ وللرسول۔ فردوہ[18] الی اللّٰہ والرسول۔ ما اتاھم[19] اللّٰہ ورسولہ۔ سیؤتینا[20] اللّٰہ من من فضلہ ورسولہ۔ اغناھم[21] اللّٰہ ورسولہ۔ کذبوا[22] اللّٰہ و رسولہ۔ انعم[23] اللّٰہ علیہ و انعمت علیہ۔ الذین[24] یومنون باللّٰہ و رسولہ۔ لا[25] تقدموا بین یدی اللّٰہ و رسولہ۔

لا رهبانیة فی الاسلام (الحدیث) وسیاحة امتی الجهاد (الحدیث) قل سیروا فی الارض (القرآن الحکیم) لا اسلام الا بجماعة ـــــــ (مقولہ عمر رضی اللہ عنہ)[۴۴]

(۴۵) اگر اور انبیاء کو عملی معجزات (عصاء موسیٰ، ید بیضاء، احیاء عیسیٰ، نار خلیل، ناقہ صالح، ظلہ شعیب، قمیص یوسف وغیرہ) دیئے گئے جو آنکھوں کو مطمئن کر سکے تو آپ کو ایسے سینکڑوں معجزات کے ساتھ علمی معجزہ (قرآن) بھی دیا گیا جس نے عقل، قلب اور ضمیر کو مطمئن کیا ـــــــ

انا[۴۵] انزلناہ قرآنا عربیا لعلکم تعقلون (القرآن الحکیم)

(۴۶) اگر اور انبیاء کو ہنگامی معجزات ملے جو ان کی ذوات کے ساتھ ختم ہو گئے کیونکہ وہ ان ہی کے اوصاف تھے تو حضورؐ کو دوامی معجزہ قرآن کا دیا گیا۔ جو تا قیامت اور بعد القیامت باقی رہنے والا ہے۔ کیونکہ وہ خدا کا وصف ہے جو لازوال ہے۔ انا[۴۶] نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔

(۴۷) اگر اور حضرات کو وہ کتابیں ملیں جن کی حفاظت کا کوئی وعدہ نہیں تھا۔ اسلیے وہ بدل سدل گئیں تو آپ کو وہ کتاب دی گئی جس کے وعدۂ حفاظت کا

---

[۴۴] اسلام میں رہبانیت (گوشہ گیری، انقطاع) نہیں۔ اور میری امت کی سیاحت و سیر جہاد ہے۔ کہہ دیجئے اے پیغمبر! کہ چلو پھرو زمین میں۔ اور اسلام جماعتی اور اجتماعی چیز ہے

[۴۵] ہم نے قرآن اتارا تاکہ عقل سے سمجھو۔

[۴۶] ہم نے ہی یہ قرآن اتارا ہے۔ اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

التوراة السبع الطوال ومكان الزبور المئين ومكان الانجيل المثانی و فضلت بالمفصل (بیہقی عن واثلہ ابن الاسقع)

(۵۰) اگر قرآن میں حق تعالٰے نے اور انبیاء کی ذوات کا ذکر فرمایا۔ تو حضورؐ کے ایک ایک عضو اور ایک ایک ادا کا پیار و محبت سے ذکر کیا ہے چہرہ کا ذکر فرمایا۔[۵۰] قد نری تقلب وجھك فی السماء آنکھ کا ذکر فرمایا ولا تمدن عینیك زبان کا ذکر فرمایا فانما یسرناہ بلسانك ہاتھ اور گردن کا ذکر فرمایا، ولا تجعل یدك مغلولة الی عنقك سینہ کا ذکر فرمایا الم نشرح لك صدرك

(بقیہ صـ ۳۲) بقرہ، آل عمران، مائدہ، نساء، انعام، انفعال، توبہ) اور زبور کی جگہ مئین (سو سو آیتوں والی سورتیں اور انجیل کی جگہ مثانی سورہ فاتحہ) اور صرف مجھے ہی جو فضیلت دی گئی ہے وہ مفصل کی جس میں طوال مفصل وساط مفصل اور قصار مفصل سب شامل ہیں اور سورۃ ق یا سورۃ فتح یا سورۃ محمدؐ سے علی اختلاف الروایات شروع ہو کر ختم قرآن تک چلی گئیں ہیں۔

۵۰ آیات اعضاء کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

عہ ہم دیکھ رہے ہیں تیرا چہرہ گھما گھما کر آسمان کو دیکھنا۔

عہ اور آنکھیں اٹھا کر مت دیکھ۔

سہ بلاشبہ ہم نے (قرآن کو) آسان کر دیا ہے تیری زبان پر۔

للعہ اور مت کر اپنے ہاتھ کو سکڑا ہوا اپنی گردن تک۔

صہ کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا ہے۔

اعلان کیا گیا جس سے وہ کبھی نہیں بدل سکتی ۔ انا[۴۷] نحن نزلنا الذکر وانالہ لحفظون لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ (القرآن الحکیم)

(۴۸) اگر اور انبیاء سابقین کی کتابیں ایک ہی مضمون مثلاً صرف تہذیب نفس یا صرف معاشرت یا صرف سیاست مدن یا وعظ وغیرہ اور ایک ہی لغت پر نازل شدہ دی گئیں تو حضور[۴۸] کو سات اصولی مضامین پر مشتمل کتاب دی گئی جو سات لغات پر اتری ۔ کان[۴۸] الکتاب الاول ینزل من باب واحد علی حرف واحد ونزل القرآن من سبعۃ ابواب علی سبعۃ احرف زاجر وآمر وحلال وحرام ومحکم ومتشابہ وامثال (مستدرک حاکم و بیہقی عن ابن مسعود)

(۴۹) اگر اور حضرات کو صرف ادا مطلب کے کلمات دیئے گئے تو آپ کو جوامع الکلم وجامع اور فصیح وبلیغ ترین تعبیرات دی گئیں جس سے اوروں کی پوری پوری کتابیں آپکی کتاب کے چھوٹے چھوٹے جملوں میں ادا گئیں اور ان میں سما گئیں اعطیت[۴۹] جوامع الکلم (مسند احمد عن جابر) خصائص ص۱۹۳) اعطیت مکان

---

[۴۷] ہم ہی نے یہ ذکر قرآن اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ اور فرمایا نہیں اس کے پاس پھٹک سکتا باطل، نہ آگے سے نہ پیچھے سے۔

[۴۸] پہلی کتابیں ایک ایک خاص مضمون اور ایک ایک لغت میں اترتی تھیں اور قرآن سات مضامین میں سات لغت کے ساتھ اترا ہے۔ زجر امر حلال حرام محکم متشابہ اور امثال ۔

[۴۹] مجھے جوامع کلم دیئے گئے ہیں یعنی مختصر اور جامع ترین جملے جن میں تر کی بات کہہ دی گئی ہو اور ارشاد ہے مجھے دیئے گئے ہیں توراۃ کی جگہ سبع طوال (ابتداء کی سات سورتیں

(باقی اگلے صفحہ پر)

التوراۃ السبع الطوال ومکان الزبور المئین ومکان الانجیل المثانی و فضلت بالمفصل (بیہقی عن واثلۃ ابن الاسقع)

(۵۰) اگر قرآن میں حق تعالےٰ نے اور انبیاء کی ذوات کا ذکر فرمایا۔ تو حضورؐ کے ایک ایک عضو اور ایک ایک ادا کا پیار و محبت سے ذکر کیا ہے چہرہ کا ذکر فرمایا۔[۵۰] قد نری تقلب وجھک فی السماء [ع] آنکھ کا ذکر فرمایا ولا تمدن[عہ] عینیک زبان کا ذکر فرمایا فانما یسرناہ بلسانک[سہ] ہاتھ اور گردن کا ذکر فرمایا، ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک[للعہ] سینہ کا ذکر فرمایا الم نشرح لک صدرک[صہ]

(بقیہ ص ۳۲) بقرہ، آل عمران، مائدہ، نساء، انعام، انفعال، توبہ) اور زبور کی جگہ مئین (سو سو آیتوں والی سورتیں اور انجیل کی جگہ مثانی سورہ فاتحہ) اور صرف مجھے ہی جو فضیلت دی گئی ہے وہ مفصل کی جس میں طوال مفصل وساط مفصل اور قصار مفصل سب شامل ہیں اور سورۃ ق یا سورۃ فتح یا سورۃ محمدؐ سے علی اختلاف الروایات شروع ہو کر ختم قرآن تک چلی گئیں ہیں۔

۵۰ آیات اعضاء کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

ع ہم دیکھ رہے ہیں تیرا چہرہ گھما گھما کر آسمان کو دیکھنا۔

عہ اور آنکھیں اٹھا کر مت دیکھ۔

سہ بلاشبہ ہم نے (قرآن کو) آسان کر دیا ہے تیری زبان پر۔

للعہ اور مت کر اپنے ہاتھ کو شکڑا ہوا اپنی گردن تک۔

صہ کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا؟

پٹیھ کا ذکر فرمایا ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظھرک قلب
کا ذکر فرمایا نزلہ علی قلبک[معہ] آپ کی پوری زندگی اور عمر کا ذکر فرمایا جس
میں تمام ادائیں اور احوال بھی آجاتے ہیں۔ لعمرک[لہ] انھم لفی
سکرتھم یعمھون۔

(۵۱) اگر اوروں کو انفرادی عبادتیں ملیں تو آپ کو ملائکہ کی طرح صف
بندی کی اجتماعی عبادت دی گئی جس سے یہ دین اجتماعی ثابت ہوا۔
فضلت علی الناس بثلاث الی قولہ وجعلت صفوفنا کصفوف
الملئکۃ (بیہقی عن حذیفہ رضی اللہ عنہ)[لشہ]۔

(۵۲) اگر اور انبیاء کے عملی معجزات اپنی اپنی قوموں کی اقلیتوں کو جھکا کر رام
کر سکے تو حضورؐ کے تنہا ایک ہی علمی معجزے قرآن حکیم نے عالم کی اکثریت کو
جھکا کر مطیع بنا لیا۔ کروڑوں ایمان لے آئے اور جو نہیں لاتے وہ اِس
کے اصول ماننے پر مجبور ہو گئے پھر بعض نے انہیں اِسلامی اصول کہہ
کر تسلیم کیا اور بعض نے عملاً قبول کر لیا تو ان کی زبانیں ساکت رہیں۔

سہ اور ہم نے اتار دیا تجھ سے بوجھ تیرا جس نے تیری کمر توڑ رکھی تھی۔
معہ اتارا اللہ نے قرآن تیرے دل پر۔
لہ تیری زندگی کی قسم! یہ (کفار) اپنی (بے عقلی کی) مدہوشیوں میں پڑے بھٹک رہے ہیں
لشہ (مجھے فضیلت دی گئی ہے لوگوں پر تین باتوں میں) جن میں سے ایک یہ ہے
کہ کی گئی ہیں ہماری صفیں (نماز میں) مثل صفوف ملائکہ کے۔

۵۲
ما من الانبیاء نبی الا اعطی ما مثله آمن علیہ البشر وانما کان الذی اوتیتہ وحیاه اوحاہ اللہ الی فارجوان اکون اکثرھم تابعًا (بخاری عن ہریرہ)

(۵۳ الف) اگر اور انبیاء کو عبادت الٰہی میں اِس جہت سے بھی مخاطب نہیں بنایا گیا تو حضور کو عین نماز میں تحیت وسلام میں مخاطب بنایا گیا۔

۵۳
السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

(۵۳ ب) اگر محشر میں اور انبیا کے محدود جھنڈے ہوں گے جن کے نیچے صرف انہی کی قومیں اور قبیلے ہوں گے تو آپ کے عالمگیر جھنڈے کے نیچے جس کا نام لواء الحمد ہوگا۔ آدم اور ان کی ساری ذریت ہو گی۔ ۵۳ آدم ومن دونہ تحت لوائی یوم القیٰمۃ ولا فخر (مسند احمد)۔

(۵۴) اگر انبیاء وامم سب کے سب قیامت کے دن سامع ہوں گے۔ تو آپ اس دن اولین وآخرین کے خطیب ہوں گے ۵۴ فلیراجع (خصائص کبریٰ)

---

۵۲ کوئی نبی بھی ایسا نہیں گزرا کہ اسے کوئی ایسا اعجازی نشان نہ دیا گیا ہو جس پر آدمی ایمان لاسکے اور مجھے خدا نے وہ اعجازی نشان وحی کا دیا ہے (یعنی قرآن حکیم) جس سے مجھے امید ہے کہ میرے ماننے والے اکثریت میں ہوں گے (خصائص کبریٰ ص ۱۸۵ ج ۲)

۵۳ (ا) سلامتی ہو تم پر اے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں۔

۵۳ (ب) آدم اور ان کی ساری اولاد میرے جھنڈے کے تلے ہوں گے قیامت کے دن۔ مگر فخر سے نہیں کہتا بلکہ تحدیث نعمت کے طور پر کہہ رہا ہوں۔

۵۴ خصائص کبریٰ کی ایک طویل حدیث کا یہ ٹکڑا ہے۔

(۵۵) اگر قیامت کے دن تمام انبیاء کی امتیں اپنے انبیاء کے نام اور انتساب سے پہچانی جاویں گی تو آپ کی امت مستقلاً خود اپنی ذاتی علامت اعضاء وضو کی چمک اور نورانیت سے پہچانی جائے گی۔ قالوا[۵۵] یا رسول اللہ اتعرفنا یومئذ؟ قال نعم لکم سیما لیست لاحد من الامم تردون علی غرا محجلین من اثر الوضوء (مسلم عن ابی ہریرہ)

(۵۶) اگر اور انبیاء کو حق تعالیٰ نے نام لے لے کر خطاب فرمایا کہ یآدم[۵۶] اسکن انت وزوجک الجنۃ۔ ینوح[۵۷] اھبط بسلام منا وبرکت۔ یا ابراھیم[۵۸] اعرض عن ھذا۔ یموسیٰ[۵۹] انی اصطفیتک علی الناس برسلتی۔ یداود[۶۰] انا جعلنک خلیفۃ فی الارض ۔۔۔۔۔۔۔

---

۵۵ صحابہ نے عرض کیا (جبکہ آپ حوض کوثر کا ذکر فرما رہے تھے) یا رسول کیا آپ ہمیں اس دن پہچان لیں گے۔؟ (جبکہ اولین و آخرین کا ہجوم ہوگا) فرمایا ہاں تمہاری ایک علامت ہوگی جو امتوں میں سے کسی اور میں نہ ہوگی اور وہ یہ کہ تم میرے پاس (حوض کوثر پر) اس شان سے آؤ گے کہ تمہارے چہرے روشن اور پاؤں نورانی اور چمکدار ہوں گے وضو کے اثر سے (یعنی اعضاء وضو کی چمک دمک سے میں تمہیں پہچان لوں گا) ۵۶ اے آدم! تو اور تیری زوجہ جنت میں ٹھیرو۔

۵۷ اے نوح (کشتی سے) اتر ہماری ہوئی سلامتی اور برکات کے ساتھ۔

۵۸ اے ابراہیم! اس سے درگزر کر۔

۵۹ اے موسیٰ! میں نے تجھے لوگوں میں منتخب کیا اپنی پیغامبری کے ساتھ۔

۶۰ اے داؤد! میں نے تجھے زمین پر خلیفہ بنایا۔

یزکریا انا نبشرك بغلام اسمه یحیٰی ۔ یٰیحیٰی اخذ الکتاب بقوۃ ۔ یٰعیسیٰ انی متوفیک ورافعک اِلیَّ ۔ تو حضور کو تکریماً نام کے بجائے آپ کے منصبی القاب سے خطاب فرمایا جس سے آپ کی کامل محبوبیت عند اللہ نمایاں ہوتی ہے ۔
یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ۔ یایھا النبی انا ارسلنٰک شاھدا ۔ یایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا ۔ یایھا المدثر ۔ قم فانذر (القرآن الحکیم)
(۵۷) اگر اور انبیاء کو ان کی امتیں اور ملائکہ نام لے لے کر پکارتے تھے ۔ کہ یموسیٰ اجعل لنا الٰھا کما لھم الھۃ ۔ یٰعیسیٰ ابن مریم ھل یستطیع ربک؟

اے داؤد ! میں نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ۔
ص اے زکریا ! ہم تجھے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں ۔
ع اے یحیٰی ! کتاب کو مضبوط تھام ۔
مع اے عیسیٰ ! مجھے تجھے پورا پورا لینے والا اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں ۔
ل اے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پہنچا دے اس چیز کو جو میں نے تیری طرف اتاری ۔
لع اے نبی ! میں نے تجھے گواہ بنا کر بھیجا ہے ۔
ما اے کملی والے ! قیام کر رات بھر ۔ مگر کچھ کم ۔
مار اے چادر والے ! کھڑا ہو اور لوگوں کو ڈرا ۔
شہ اے موسیٰ ! ہمیں بھی ویسے ہی خدا بنا دے جیسے ان (صنعا والوں) کے ہیں ۔
عہ اے عیسیٰ ! ابن مریم ! کیا تیرا رب اس کی قوت کر لیتا ہے ۔

یلوط[عہ] انا ارسل ربک تو اس امت کو اوباحضورؐ کا نام لے کر مخاطب بنانے سے روکا گیا لا تجعلوا دعاء[عہ] الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا۔
(۵۸) اگر اور انبیاء کو معراج روحانی یا منامی یا جسمانی مگر درمیانی آسمانوں تک دی گئی۔ جیسے حضرت مسیحؑ کو چرخ چہارم تک، حضرت ادریسؑ کو پنجم تک تو حضورؐ کو روحانی معراجوں کے ساتھ جسمانی معراج کے ذریعہ ساتوں آسمانوں سے گزار کر سدرۃ المنتہیٰ اور مستویٰ تک پہنچا دیا گیا۔ ثم صعد[شہ] بی فوق سبع السمٰوٰت واتیت سدرۃ المنتہیٰ (نسائی عن انس)
(۵۹) اگر اور انبیاء نے اپنی مدافعت خود کی اور دشمنان حق کو خود ہی جواب دے کر اپنی براءت بیان کی۔ جیسے نوح علیہ السلام پر قوم نے ضلالت کا الزام لگایا تو خود ہی فرمایا۔ یقوم[۵۹] لیس بی ضلالۃ۔ قوم عاد نے حضرت ہودؑ پر کم عقلی کا الزام لگایا تو خود ہی فرمایا۔ یقوم[عہ] لیس بی سفاھۃ۔ ابراھیم علیہ السلام پر قوم نے شکست

عہ اے لوط! ہم تیرے پروردگار کے فرستادہ ہیں۔
عہ مت پکارو رسول کو اپنے درمیان مثل آپس میں ایک دوسرے کو پکارنے کے کہ بے تکلف نام لے لے کر خطاب کرنے لگو، بلکہ ادب و تعظیم کے ساتھ منصبی خطابات یارسول اللہ، یا نبی اللہ، یا حبیب اللہ وغیرہ کہہ کر پکارو۔
شہ پھر مجھے چڑھایا گیا ساتوں آسمان سے بھی اوپر اور میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گیا۔
۵۹ اے قوم مجھ میں گمراہی نہیں ہے۔ میں رب العٰلمین کا رسول ہوں۔
عہ اے قوم! مجھ میں سفاہت (کم عقلی) نہیں ہے۔ میں تو رب العٰلمین کا فرستادہ ہوں

اصنام کا الزام لگا کر ایذا دینی چاہی تو خود ہی توریہ کے ساتھ مدافعت فرمائی۔
بل فعلہ کبیرھم ھذا[ع] حضرت لوط علیہ السلام کے مہمان صورت فرشتوں کو قوم نے قبضانے کی کوشش کی تو خود ہی اپنے لیے قوت مدافعت کی آرزو ظاہر فرمائی تو ان لی بکم قوۃ او اوی الی رکن شدید[س] تو حضورؐ کی طرف سے ایسے مواقع پر مدافعت خود حق تعالیٰ نے فرمائی اور کفار کے طعنوں کی جواب دہی خود ہی کر کے آپ کی برارت بیان فرمائی۔ کفار مکہ نے آپ پر ضلالت و گمراہی کا الزام لگایا تو فرمایا ما ضل[للعہ] صاحبکم وما غوی کفار نے آپ کو بے عقل اور مجنوں کہا تو فرمایا۔ ما انت بنعمتہ ربک[ع] بمجنون اور وما صاحبکم بمجنون۔ کفار نے آپ کی پاکیزہ باتوں کو ہوائے نفسانی کی باتیں بتلایا تو فرمایا۔

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی[س]۔ کفار نے آپ کی وحی کو

ع بلکہ یہ بت شکنی تو ان میں کے بڑے کا کام ہے (یعنی میرا) مگر بلحاظ بڑے بت کا۔

س اے کاش! مجھے تمہارے مقابلہ میں زور ہوتا یا جا بیٹھتا کسی مضبوط پناہ میں

للعہ نہ تمہارا ساتھی گمراہ نہ کج راہ۔

ع تم اپنے رب کی دی ہوتی نعمتوں سے مجنون نہیں اور تمہارا ساتھی جنونی نہیں ہے،

س اور پیغمبر ہوائے نفس سے کچھ نہیں کہتا۔ وہ تو وحی ہوتی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے۔

شاعری کہا تو فرمایا ومَا ھو بقول شاعر اور فرمایا وما علمنٰہ الشعر وما ینبغی لہ۔ کفار نے آپ کی ہدایتوں کو کہانت کہا فرمایا وما ھو بقول کاھن کفار نے آپ کو مشقت زدہ اور معاذ اللہ شقاوت زدہ کہا تو فرمایا ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ۔

(۶۰) اگر حضرت آدم کی تحیت کے لیے فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو حضور کی تحیت بصورت درود و سلام خود حق تعالےٰ نے کی جس میں ملائکہ بھی شامل رہے اور قیامت تک امت کو اس کے کرتے رہنے کا حکم دیا اور اسے عبادت بنا دیا۔ ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما (القرآن الحکیم) اور السلام علیک ایھا النبیُّ ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

(۶۱) اگر حضرت آدم کا شیطان کافر تھا اور کافر ہی رہا تو حضور کا شیطان آپ کی قوت تاثیر سے کافر سے مسلم ہو گیا۔ کما فی الروایۃ الاٰتیۃ۔

معہ اور وہ قول شاعر کا نہیں اور ہم نے انہیں (حضور کو) شاعری کی تعلیم نہیں دی اور نہ یہ ان کی شان کے مناسب تھا۔

لہ اور وہ قول کاہن کا نہیں ہے۔

لعہ ہم نے قرآن تم پر اس لیے نہیں اتارا کہ تم تعب اور محنت میں پڑ جاؤ۔

۶۰ؔ اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر۔ اے ایمان والو! تم بھی درود و سلام اس نبی پاک پر بھیجو۔

۶۱ؔ جیسا کہ اگلی روایت میں آ رہا ہے۔

(۶۲) اگر حضرت آدمؑ کی زوجہ پاک (حوا) ان کی خطا میں معین ہوئیں تو حضورؐ کی ازواج مطہرات آپ کے کارِ نبوت میں معین ہوئیں۔ فضلت علی آدم بخصلتین کان شیطانی کافرا فاعاننی اللہ علیہ حتی اسلم وکن ازواجی عونا لی۔ وکان شیطان آدم کافر وزوجته عونا علی خطیئته (بیہقی عن ابن عمر)۔[۶۲]

(۶۳) اگر حضرت آدمؑ کو حجرِ جنت (حجرِ اسود) دیا گیا جو بیت المقدس میں لگا دیا گیا حضورؐ کو روضۂ جنت عطا ہوا جو آپ کی قبر مبارک اور ممبر شریف کے درمیان رکھا گیا۔ مابین قبری ومنبری روضة ریاض الجنة[۶۳] (بخاری ومسلم)۔

(۶۴) اگر حضرت نوح علیہ السلام نے مساجد اللہ میں سے پانچ بت نکلوا نے

---

[۶۲] مجھے دو باتوں میں آدم علیہ السلام پر فضیلت دی گئی ہے میرا شیطان کافر تھا جس کے مقابلہ میں اللہ نے میری مدد فرمائی یہانتک کہ وہ اسلام لے آیا اور میری بیویاں میرے (دین کے) لیے مددگار رہیں (حضرت خدیجہؓ نے اوائلِ نبوت میں حضورؐ کو سہارا دیا۔ ورقہ ابن نوافل کے پاس لے گئیں۔ وقتاً فوقتاً آپ کی تسلی تشفی کی۔ حضرت عائشہؓ نصف نبوت کی حامل ہوئیں اور دوسری ازواج مطہرات قرآن کی حافظ اور حدیث کی راوی ہوئیں) درحالیکہ آدم کا شیطان کافر ہی تھا۔ اور کافر ہی رہا اور ان کی زوجہ ان کی خطیئہ میں ان کی معین ہوئیں کہ شجرۂ ممنوعہ کھانے کی ترغیب دی جس کو خطاءِ آدم کہا گیا ہے۔

[۶۳] میری قبر اور ممبر کے درمیان ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے۔

چاہے مگر نہ نکلے تو حضورؐ نے بیت اللہ میں سے تین سو ساٹھ بت نکالے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکل گئے اور نہ صرف بیت اللہ سے بلکہ اس کے حوالی اور مضافات سے بھی نکال پھینکے گئے۔ وقالو لا تذرن الھتکم ولا تذرن ودًا ولا سواعا ولا یغوث و یعوق و نسرا (القرآن الحکیم) ان الشیطٰن قد یئس ان یعبدہ المصلون فی جزیرۃ العرب (مشکوٰۃ) یایھا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ۔ (القرآن الحکیم)۔

(۶۵) اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقام ابراہیم دیا گیا جس سے بیت اللہ کی دیواریں اونچی ہوئیں تو حضورؐ کو مقام محمود عطا ہوا جس سے ربّ البیت کی اونچائی نمایاں ہوئی اور عسٰی[۶۵] ان یبعثک ربک مقامًا محمودًا (القرآن الحکیم) اور ساتھ ہی مقام ابراہیم کی تمام برکات سے پوری امت کو مستفید کیا گیا — واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی۔

---

[۶۴] اور (قوم نوحؑ نے) کہا کہ دیکھو اپنے خداؤں (یعنی پانچ بتوں) ود سواع یغوث یعوق اور نسر کو نوحؑ کے کہنے سے ہرگز مت چھوڑنا (چنانچہ نہیں چھوڑا تا آنکہ طوفان میں غرق ہو گئے) اور حضورؐ نے تین سو ساٹھ بتوں کی ناپاکی کو ہمیشہ کے لیے نکال پھینکا — (جیسا کہ سیر میں مرقوم ہے)

[۶۵] قریب ہے کہ اللہ آپ کو (اے نبی کریم) مقام محمود پر پہنچے گا جس پر پہنچ کر حضورؐ حق تعالیٰ کی عظیم ترین حمد و ثنا کریں گے اور اس کی رفعت و بلندی بیان فرمائیں گے۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

(۶۶) اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حقائق ارض وسما دکھلائی گئیں۔ وکذلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض تو حضور کو ان آیات کے ساتھ حقائق الٰہیہ دکھلائی گئیں۔ لنریہ من اٰیتنا (القرآن الحکیم)[۶۶]۔

(۶۷) اگر حضرت خلیل اللہ کو آیات کونیہ زمین پر دکھلائی گئیں تو حضورؐ کو آیات الٰہیہ (آیات کبریٰ) کا مشاہدہ آسمانوں میں کرایا گیا۔ لقد رای من ایٰت ربہ الکبریٰ[۶۷] (القرآن الحکیم)۔

(۶۸) اگر حضرت ابراہیمؑ پر نار نمرود اثر نہ کر سکی تو حضورؐ کے کئی صحابہ کو آگ نہ جلا سکی جس پر آپؐ نے فرمایا۔ الحمد[۶۸] للہ الذی جعل فی امتنا مثل ابراھیم الخلیل (ابن رجب عن ابن لہیعہ خصائص کبریٰ ص۷۹/۲)۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ)
اور مقام ابراہیم کے بارہ میں قرآن نے فرمایا۔ فیہ آیات بینات مقام ابراھیم (بیت اللہ میں مقام ابراہیم ہے جو جنت سے لایا ہوا ایک پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ بیت اللہ کی تعمیر کرتے تھے اور جوں جوں تعمیر اونچی ہوتی جاتی وہ پتھر اتنا ہی اونچا ہو جاتا اور جب حضرت کا اترنے کا وقت ہوتا تو پھر اصلی حالت پر آجاتا۔

[۶۶] اور ایسے ہی دکھلائیں گے ہم ابراہیمؑ کو آسمان و زمین کی حقیقتیں اور تاکہ ہم دکھلائیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو (شب معراج میں) اپنی خاص نشانیاں قدرت کی۔

[۶۷] بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

[۶۸] خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہماری امت میں ابراہیم خلیل کی مثالیں پیدا فرمائیں عمار بن یاسر کو مشرکین مکہ نے آگ میں پھینک دیا۔ حضورؐ ان کے پاس سے گزرے تو ان کے

(باقی اگلے صفحہ پر)

(۶۹) اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو محشر میں سب سے اول لباس پہنا کر ان کی کرامت کا اعلان کیا جائے گا۔ تو حضورؐ کو حق تعالیٰ کی دائیں جانب ایسے بلند مقام پر کھڑا کیا جائے گا کہ اولین و آخرین آپ پر غبطہ کریں گے جب کہ وہاں تک کوئی نہ پہنچ سکے گا۔ اول من یکسی ابراہیم یقول اللہ تعالیٰ اکسوا خلیلی فیوتی بریطتین بیضاوین من ریاط الجنۃ ثم اکسی علی اثرہ ثم اقوم عن یمین اللہ مقاما یغبطنی الاولون والاخرون ۔ رواہ الدارمی عن ابن مسعود)

(بقیہ ص ۴۳ سے) سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ یانار کونی بردا وسلاما علی عمار کما کنت علی ابراہیم (عن عمر بن میمون خصائص کبریٰ ص ۸/۲) اے آگ عمار پر برد و سلام ہوجا جیسے تو ابراہیم پر ہوگئی۔ ذویب ابن کلیب کو اسود عنسی نے آگ میں ڈال دیا۔ اور آگ اثر نہ کر سکی تو آپ نے وہ سابقہ جملہ ارشاد فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہماری امت میں ابراہیم علیہ السلام کی مثالیں پیدا فرمائیں۔ ایک خولانی شخص کو (جو قبیلۂ خولان کا فرد تھا) اسلام لانے پر اس کی قوم نے اسے آگ میں ڈال دیا تو آگ اسے نہ جلا سکی ابن عساکر عن جعفر ابی وحشیہ) وغیرہ۔

۶۹ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو روز محشر لباس پہنایا جائیگا۔ فرمائیں گے حق تعالیٰ میرے خلیل کو لباس پہناؤ تو دو سفید براق چادریں جنت سے لائی جاویں گی اور پہنائی جاویں گی۔ پھر ان کے بعد مجھے بھی لباس پہنایا جائیگا۔ پھر میں کھڑا ہونگا۔ اللہ کی جانب یمین ایک ایسے مقام پر کہ اولین و آخرین مجھ پر غبطہ کریں گے یعنی میری کرامت سب سے فائق ہوجائیگی جن میں ابراہیم علیہ السلام بھی شامل ہیں)

(۷۰) اگر حضرت اسمٰعیلؑ کے لیے پرِ جبریل سے زمزم کا سوت جاری ہوا جس سے وہ سیراب ہوتے تو حضورؐ کی زبان مبارک سے پانی کے سوت پھوٹے جس سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سیراب ہوتے۔ بینما الحسن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ عطش فاشتد ظماہ فطلب لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ماءً فلم یجدہ فاعطاہ لسانہٗ فمصہ حتی روی (ابن عساکر عن ابی جعفر)

(۷۱) اگر حضرت یوسف علیہ السلام کو شطرِ حسن یعنی حسن جزئی عطا ہوا۔ تو حضورؐ کو حسن کل یعنی حسن جامع عطا کر دیا گیا جس کی حقیقت جمال ہے جو سرچشمہ حسن اور صفت خداوندی ہے۔ فلما اکبرنہ وقطعن ایدیھن جس کی شرح حضرت عائشہؓ نے فرمائی کہ زنانِ مصر نے یوسف کو دیکھا تو ہاتھ قلم کر لیے۔ اگر میرے محبوب کو دیکھ پائیں تو دلوں کے ٹکڑے کر ڈالیں جو حضورؐ کے حسن وجمال کی افضلیت اور کلیت کی طرف اشارہ ہے۔ (مشکوٰۃ)

(۷۲) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حق تعالےٰ نے کوہ طور اور وادی مقدس

لہ اسی اثنا میں کہ حضرت امام حسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ اچانک انہیں پیاس لگی اور شدید ہو گئی تو حضورؐ نے ان کے لیے پانی طلب فرمایا مگر نہ مل سکا تو آپ نے اپنی زبان ان کے منہ میں دے دی جسے وہ چوسنے لگے۔ اور چوستے رہے یہاں تک کہ سیراب ہو گئے۔

لہ جب زنانِ مصر نے یوسفؑ کو دیکھا تو اپنے ہاتھ قلم کر ڈالے۔

میں کلام کیا۔ تو حضورؐ سے ساتویں آسمان پر سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک کلام فرمایا۔ فاوحیٰ[۲۲] الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ (القرآن الحکیم)

(۲۳) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے بارہ چشمے جاری ہوئے تو حضورؐ کی انگشتان مبارک سے شیریں پانی کے کتنے ہی چشمے پھوٹ پڑے۔ فرایت[۲۳] الماء ینبغ من بین اصابعہ فجعل القوم یتوضأون فخرزت من توضأ ما بین السبعین الی الثمانین (بخاری ومسلم عن انس)۔

(۲۴) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کانوں کو لذت کلام دی گئی اور اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقام خلت سے نوازا گیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں کو دیدار جمال سے مشرف کیا گیا[۲۴] ان اللہ اصطفیٰ ابراھیم بالخلۃ واصطفیٰ موسیٰ بالکلام واصطفیٰ محمدا بالرویۃ (بیہقی عن ابن عباس) ماکذب الفواد ما رایٰ (القرآن الحکیم)۔

---

[۲۲] (سدرۃ المنتہیٰ کے پاس) خدا نے اپنے بندے پر وحی کی جو اسے کرنا تھی۔

[۲۳] میں دیکھتا ہوں کہ پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان میں سے جوش مار کر نکل رہا ہے۔ یہاں تک کہ پوری قوم نے اس سے وضو کر لی تو میں نے جو وضو کرنے والوں کو شمار کیا تو وہ ستر اور اسی کے درمیان تھے۔

[۲۴] اللہ نے منتخب کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنانے کے لیے اور منتخب کیا موسیٰ علیہ السلام کو کلام کے لیے اور منتخب کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدار کے لیے۔ قرآن نے فرمایا۔ کہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے) دل نے جو کچھ دیکھا غلط نہیں دیکھا۔

(۷۴) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوال دیدار پر بھی انہیں لن ترانی تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے کا جواب دے دیا گیا تو حضور کو بلا سوال آسمانوں پر بلا کر دیدار کرایا گیا۔ ما کذب الفواد ما رای[۴] قال ابن عباس راٰہ مرۃ ببصرہ ومرۃ بفوادہٖ (فتح الملہم فی التفسیر سورۃ النجم)

موسیٰ زہوش رفت بیک پرتو صفات — تو عین ذات می نگری در تبسمی

(۷۵) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کو بحرِ قلزم میں راستے بنا کر معیت موسوی گزار دیا گیا تو حضور کے صحابہ کو بعد وفات نبوی دریائے دجلہ کے بہتے ہوئے پانی میں سے راہیں بنا کر گھوڑوں سمیت گزارا گیا۔ لما[۵] عبر المسلمون یوم مدائن اقتحم الناس دجلۃ الخ (خصائص کبری ص ۲۸۳) کامل ابن اثیر عن العلاء ابن الحضرمی)

---

[۴] دل نے جو کچھ دیکھا غلط نہیں دیکھا اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نے حق تعالیٰ کو ایک بار آنکھوں سے اور ایک بار دل سے دیکھا۔

[۵] فتح مدائن کے موقعہ پر مسلمانوں نے دریائے دجلہ کو عبور کیا اور اس میں لوگوں نے ہجوم کیا تو صحابہ کی کراماتوں کا ظہور ہوا۔ اس میں روایت کی بقدر ضرورت تفصیل یہ ہے کہ جب بغداد و عراق پر مسلمانوں نے فوج کشی کی تو بغداد کے کنارہ پر اس ملک کا سب سے بڑا دریا دجلہ ہے جو بیچ میں حائل ہوا۔ حضرات صحابہ کے پاس نہ کشتیاں تھیں اور نہ پیدل چل کر یہ گہرا پانی عبور کیا جا سکتا تھا۔ اس موقعہ پر بظاہر اسباب ان حضرات کو فکر دامن گیر ہوا تو حضرت علاء بن الحضرمی نے دعا کا مشورہ دیا۔ خود دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور سارے صحابہ نے مل کر دعا کی۔ ختم دعا پر حکم دیا کہ سب مل کر ایک دم گھوڑے

(باقی اگلے صفحہ پر)

(۷۶) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارضِ مقدس (فلسطین) دی گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مفاتیح ارض (زمین کی کنجیاں) عنایت کی گئیں۔ اُوتیت مفاتیح خزائن الارض۔

(بقیہ ص۴۷ سے) دریا میں ڈال دیں تو ان حضرات نے جوشِ ایمانی میں خدا پر بھروسہ کر کے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے۔ گھوڑے ہانپ ہانپ گئے۔ پانی بہت زیادہ تھا تو حق تعالےٰ نے ان کے دم لینے کے لیے مختلف سامان فرمائے بعض صحابہؓ کے گھوڑوں کے لیے جابجا پانی کی گہرائیوں میں خشکی نمایاں کر دی گئی۔ بعض کے گھوڑے پانی ہی میں رُک کر اور کھڑے ہو کر دم لینے لگے اور پانی انہیں ڈبو نہ سکا۔ بعض کے گھوڑوں کو پانی کی سطح کے اوپر سے اس طرح گزارا گیا جیسے وہ زمین پر چل رہے ہیں جس پر اہلِ فارس نے ان مقدسین کی نسبت یہ کہا تھا کہ یہ انسان نہیں جنات معلوم ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ صحابہ موسوی (بنی اسرائیل) کو بحرِ قلزم میں بمعیت موسوی راستے بنا کر قلزم سے گزارا گیا تھا تو اس امت میں اس کی نظیر یہ واقعہ ہے جس میں صحابہ نبوی کے لیے دجلہ میں راستے بنائے گئے اور ایک انداز کے نہیں ـــــ بلکہ مختلف اندازوں سے۔ اور صحابہ بھی شکر نعمت کے طور پر اس کو واقعہ موسوی کی نظیر ہی کے طور پر دیکھتے تھے۔ پس جو معاملہ بنی اسرائیل کے ساتھ نبی کی موجودگی میں کیا تو وہ معجزہ تھا اور یہاں وہی معاملہ بلکہ اس سے بھی بڑھ چڑھ کر نبی خاتم کے صحابہؓ کے ساتھ نبی کی وفات کے بعد کیا گیا جس سے ان کی کرامت نمایاں ہوتی اور امت محمدیہ کی فضیلت امت موسوی پر اس واقعہ خاص میں بھی نمایاں رہی۔

۷۶ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں سپرد کر دی گئیں۔

(۷۷) اگر عصائے موسوی کے معجزے کے مقابلہ میں ساحرانِ فرعون نے بھی اپنی اپنی لاٹھیوں کو سانپ بنا کر دکھلایا یا صورۃً معجزے کی نظیرے آتے گو حقیقتاً وہ تخیل اور نقشبندیٔ خیال تھی۔ فالقوا حبالھم وعصیھم یخیل الیہ من سحرھم انھا تسعی۔ عه تو معجزۂ نبوی قرآن حکیم کے مقابلہ میں اللہ کے بار بار چیلنجوں کے باوجود آج تک جن وانس ساحر وغیر ساحر، کاہن وغیر کاہن اور شاعر وغیر شاعر مل کر بھی اس کی کوئی نظیر ظاہری صورت کی بھی نہ لا سکے قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثله ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔ (القرآن الحکیم)۔ ششه

(۷۸) اگر حضرت یوشع ابن نون (حضرت موسیٰ) کے لیے آفتاب کی حرکت روک دی گئی کہ وہ کچھ دیر غروب ہونے سے رکا رہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ صاحب نبوی کے لیے غروب شدہ آفتاب کو لوٹا کر دن کو واپس کر دیا گیا۔ نام شه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وراسه فی حجر علی ولم یکن

عه ساحرانِ فرعون نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور دیکھنے والوں کے خیال میں یوں گزرنے لگا کہ وہ سانپ بن کر دوڑ رہی ہیں۔

ششه کہہ دیجئے اے پیغمبر کہ اگر جن وانس اس پر جمع ہو جائیں کہ وہ اس قرآن کا مثل لے آئیں گے تو وہ نہیں لا سکیں گے اگرچہ سب مل کر ایک دوسرے کی مدد پر بھی کھڑے ہو جائیں۔

شه نبی کریم صلعم سو گئے اور آپ کا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی گود میں

(باقی صفحہ ۵۰ پر)

صلی العصر حتی غربت الشمس فلما قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا لہ فردت علیہ الشمس حتی صلی ثم غابت ثانیہ

ابن مردویہ عن ابی ہریرہ وابن مندہ وابن شاہین والطبرانی عن اسماء بنت عمیس۔)

(۷۹) اگر حضرت یوشع ابن نون کے لیے سورج روک کر اس کی روانی اور حرکت کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے تو حضورؐ کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے کر ڈالے گئے۔ اقتربت الساعة وانشق القمر (القرآن الحکیم)۔

(۸۰) اگر حضرت داؤد علیہ السلام کو حق تعالےٰ نے ہوائے نفس کی پیروی سے روکا کہ لا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ تو حضورؐ سے اس ہوائے نفس کی پیروی کی نفی فرمائی اور خود ہی بریت ظاہر کی۔ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی (القرآن الحکیم)

(بقیہ ص ۴۹ سے) تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر نہیں پڑھی تھی۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند کے خیال سے نماز کے لیے نہ اٹھ سکے) جب نبی کریم صلعم جاگے اور یہ صورت حال ملاحظہ فرمائی) تو حضرت علی کے لیے دعا فرمائی۔ جس سے آفتاب لوٹا دیا گیا (دن نمایاں ہوا۔ یہانتک کہ حضرت علی نے نماز پڑھی اور سورج دوبارہ غروب ہوا۔

۷۹ قیامت قریب آگئی اور چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

ع (اے داؤد) ہوائے نفس کی پیروی مت کرنا کہ وہ تمہیں راہ حق سے بھٹکا دے گی۔

ش (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہوائے نفس سے نہیں بولتے۔ وہ وحی ہوتی ہے جو انکی طرف کیجاتی ہے۔

(۸۱) اگر انگشتری سلیمانی میں جنات کی تاثیر تھی کہ وہ کسی وقت گم ہوتی تو جنات پر قبضہ نہ رہا تو انگشتری محمدی میں تسخیر قلوب وارواح کی تاثیر تھی کہ جس دن وہ عہدِ عثمانی میں گم ہوتی۔ اسی دن سے قلوب وارواح کی وحدت میں فرق آگیا اور فتنۂ اختلاف شروع ہوگیا۔ بئرِ اریس؟ وما بئر اریس؟ سوف تعلمون۔

لے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی (   ) انتقال کے بعد جبکہ ان کا جنازہ رکھا ہوا تھا تو اچانک ان کے ہونٹوں میں حرکت ہوئی یہ کلمات نکلے۔ اریس کا کنواں؟ کیا ہے وہ اریس کا کنواں؟ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ صحابہ حیران تھے۔ کہ ان جملوں کا کیا مطلب ہے؟ کسی کی کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ دورِ عثمانی میں ایک دن حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ اریس کے کنویں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انگلی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتری تھی جسے آپ طبعی حرکت کے ساتھ ہلا رہے تھے کہ اچانک انگشتری انگشتری میں سے نکل کر کنویں میں جا پڑی۔ قلوب عثمانی اور تمام صحابہ کے قلوب میں اضطراب و بے چینی پیدا ہوتی کنویں میں آدمی اترے۔ سارے کنویں کو کھنگال ڈالا۔ مگر انگشتری نہ ملنا تھی نہ ملی۔ آخر صبر کر کے سب بیٹھ رہے۔ اسی دن سے فتنوں کا آغاز ہوگیا اور بنے ہوئے قلوب میں انتشار کی کیفیات آنے لگیں جو بعد کے فتنۂ تحزب و اختلاف کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہوگئی کہ اذا وضع السیف فی امتی لم یرفع عنہا الی یوم القیامۃ (میری امت میں جب تلوار نکل آئے گی پھر وہ قیامت تک میان میں نہ جائے گی) چنانچہ اس

باقی اگلے صفحہ پر

(۸۲) اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو منطق الطیر کا علم دیا گیا جس سے وہ پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے تو حضورؐ کو عام جانوروں کی بولیاں سمجھنے کا علم دیا گیا جس سے آپ ان کی فریادیں سنتے اور فیصلے فرماتے تھے۔ اونٹ کی فریاد سنی اور فیصلہ فرمایا (بیہقی عن حماد بن سلمہ) بکری کی فریاد سنی اور اسے تسلی دی (مصنف عبد الرزاق) ہرنی کی فریاد سنی اور رحم فرمایا (طبرانی عن ام سلمہ) چڑیا کی بات سنی اور معالجہ فرمایا (بیہقی وابو نعیم عن ابن مسعود) سیاہ گدھے سے آپ نے کلام فرمایا اور اسکا مقصد سنا[۸۲] (ابن عساکر عن ابن منظور)

بقیہ ص۵۱ سے) فتنہ کے سلسلہ میں سب سے پہلا مظلمہ اور ہولناک ظلم حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی صورت میں نمایاں ہوا۔ اب سب کی سمجھ میں آیا کہ بیر اریس کا کیا مطلب تھا۔ یہ درحقیقت اشارہ تھا کہ قلوب کی وحدت انگشتری محمدی کی برکت سے قائم تھی۔ اس کا بیر اریس میں گم ہونا تھا کہ قلوب کی وحدت اور امت کی یگانگت پارہ پارہ ہوگئی۔ جو آج تک واپس نہیں ہوئی۔ پس جنات کا مسخر ہو جانا آسان ہے۔ جو آج تک بھی ہوتا رہتا ہے۔ لیکن انسانوں کے دلوں کی تالیف مشکل ہے جو گم ہو کر آج تک نہیں مل سکی۔

۸۲ ان روایات کے تفصیلی واقعات یہ ہیں۔ ۱۔ ایک اونٹ آیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر گر پڑا اور رونے لگا اور کچھ بلبلاتا رہا تو آپ نے اس کے مالک کو بلا کر فرمایا کہ یہ شکایت کر رہا ہے کہ تو اسے ستاتا ہے۔ اور اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادتا ہے۔ خدا سے ڈر۔ اس نے اقرار کیا اور توبہ کی۔ ایک بکری کو قصاب ذبح کرنا چاہتا تھا۔ جو جائز ذبیحہ تھا۔ وہ اس سے چھوٹ کر

(باقی اگلے صفحہ پر)

(۸۴) اگر حضرت سلیمان علیہ السلام بعض حیوانات کی بولیاں سمجھ جاتے تھے تو حضورؐ کی برکت سے جانور انسانی زبان میں کلام کرتے تھے۔ جسے ہر انسان سمجھتا تھا۔ بھیڑیے نے آپ کی رسالت کی شہادت عربی زبان میں دی (بیہقی عن ابن عمر)۔ گوہ نے فصیح عربی میں نبوت کی شہادت دی۔ (طبرانی و بیہقی عن عمرؓ)

(صـ ۵۲ سے آگے) حضورؐ کی خدمت میں بھاگ آئی اور پیچھے پیچھے ہو لی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے بکری! صبر کر حکم خداوندی پر۔ اور اے قصاب اسے نرمی سے ذبح کر۔

آپؐ جنگل میں تھے کہ اچانک یا رسول اللہؐ کی آواز آپؐ نے سنی۔ آپؐ نے دیکھا کوئی نظر نہ آیا ایک جانب دیکھا تو ایک ہرنی بندھی ہوئی دیکھی جس نے کہا۔ یا رسول اللہؐ ذرا میرے قریب آئیے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا بات ہے؟ اس نے کہا میرے دو بچے اس پہاڑی میں ہیں۔ ذرا مجھے کھول دیجئے کہ میں انہیں دودھ پلا دوں۔ اور میں ابھی لوٹ آؤں گی فرمایا تو ایسا کرے گی کہ لوٹ آئے؟ کہا اگر ایسا نہ کروں تو خدا مجھے عذاب دے۔ آپؐ نے کھول دیا اور وہ حسب وعدہ دودھ پلا کر لوٹ آئی اور آپؐ نے اسے وہیں باندھ دیا ـــــ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک درخت پر چڑیا کے دو بچے گھونسلے میں دیکھے۔ ہم نے انہیں پکڑ لیا۔ تو ان کی ماں حضورؐ کے پاس آئی اور سامنے آ کر فریادی کی سی صورت اختیار کرتی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کے بچوں کو پکڑ کر کس نے اسے درد میں مبتلا کیا ہے؟ عرض کیا گیا ہم نے۔ فرمایا جہاں سے یہ بچے پکڑے تھے وہیں چھوڑ آؤ۔ تو ہم نے چھوڑ دیئے

۸۳؎ بھیڑیے نے حضورؐ کی نبوت کی شہادت دی اور لوگوں کو اسلام لانے کی دعوت

(باقی اگلے صفحہ پر)

(۸۴) اگر حضرت سلیمانؑ پرندوں کی بات سمجھ لیتے تھے تو حضورؐ اپنی بات حیوانات کو سمجھا دیتے تھے۔ بھیڑیئے کو آپؐ نے بات سمجھا دی اور وہ راضی ہو کر چلا گیا۔ (طبرانی عن عمر)

(۸۵) اگر حضرت سلیمانؑ پرندوں کی بات سمجھ لیتے تھے تو حضورؐ کو پوری زمین کی کنجیاں سپرد کر دی گئیں جس سے مشارق و مغارب پر آپ کا اقتدار نمایاں ہوا اعطیت مفاتیح الارض (مسند احمد بن علی)۔

(۸۶) اگر حضرت سلیمانؑ نے ملک یہ کہہ کر مانگا کہ وہ میری ساتھ مخصوص رہے میرے بعد کسی کو نہ ملے۔ چنانچہ ان کی امت اور رعیت میں سے کسی کو نہیں ملا۔ رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی تو حضورؐ کو مشارق و مغارب کا ملک بے مانگے بلکہ انکار کے باوجود دیا گیا جبے آپؐ نے اپنی امت کا ملک فرمایا جو آپ کے بعد امت کے ہاتھوں ترقی کرتا رہا۔ اور دنیا کے آخری دور میں امت ہی کے ہاتھوں پوری دنیا پر چھا جائے گا۔ ان اللہ روی فی الارض

(بقیہ صفحہ ۵۳)
بھی دی۔ لوگ حیران تھے کہ بھیڑیا آدمیوں کی طرح بول رہا ہے۔ نیز ایک بھیڑیا بطور وفد کے خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور اپنے رزق کے بارہ میں کہا آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ یا تو ان بھیڑیوں کے لیے اپنی بکریوں میں سے خود کوئی حصہ مقرر کر دو۔ یا انہیں ان کے حال پر رہنے دو۔ صحابہؓ نے بات حضورؐ پر چھوڑ دی۔ آپؐ نے رئیس الوفد بھیڑیئے کو کچھ اشارہ فرمایا اور وہ سمجھ کر دوڑتا ہوا چلا گیا۔

۸۶ اللہ نے زمین کا مشرق و مغرب مجھے دکھلایا اور میری امت کا ملک وہیں تک (بقیہ ص ۵۵ پر)

مشارقہا و مغاربہا و سیبلغ ملک امتی ما زوی لی منہا (بخاری)۔

(۸۷) اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا مسخر ہوئی کہ اپنے قلمرو میں جہاں چاہیں اڑ کر پہنچ جائیں تو حضورؐ کے لیے براق مسخر ہوا کہ زمینوں سے آسمانوں اور آسمانوں سے جنتوں اور جنتوں سے مستوی تک پل بھر میں پہنچ جائیں ؀

(۸۸) اگر سلاطین انبیاء کے وزراء زمین تک محدود تھے جو ان کے ملک کے بھی زمین تک محدود ہونے کی علامت ہے تو حضورؐ کے دو وزیر زمین کے تھے ابوبکرؓ و عمرؓ اور دو وزیر آسمانوں کے تھے جبرئیل و میکائیل جو آپ کے ملک کے زمین و آسمان دونوں تک پھیلے ہوتے ہونے کی علامت ہے۔ ولی وزیرای فی الارض وزیرای فی السماء اما وزیرای فی الارض فابوبکر و عمر واما وزیرای فی السماء فجبریل ومیکائیل (الریاض النضرۃ)۔

(۸۹) اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو احیاء موتی کا معجزہ دیا گیا جس سے مردے زندہ ہو جاتے تھے تو آپ کو احیاء موتی کے ساتھ احیاء قلوب و ارواح کا معجزہ

(صفحہ ۵۴ سے آگے) پہنچ کر رہے گا جہاں تک میری نگاہیں پہنچی ہیں۔

؀ جیسا کہ معراج کی مشہور حدیث میں اس کی تفصیلات موجود ہیں جن میں براق کی ہیئت اور قدوقامت تک کی بھی تفصیلات فرمادی گئی ہیں۔

؀ میرے دو وزیر زمین میں ہیں اور دو آسمان میں زمین کے وزیر ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں اور آسمان کے وزیر جبریل و میکائیل ہیں۔

بھی دیا گیا جس سے مردہ دِل جی اٹھے اور صدیوں کی جاہل قومیں عالم و عارف بن گئیں۔ ولن یقبضہ اللہ حتی یقیموبہ الملۃ العوجاء بان یقولوا[۸۹] لا الہ الا اللہ و یفتح بہ اعینا عمیاء و اذا ناصما و قلوبا غلفا (بخاری عن عمرو ابن العاص)۔

(۹۰) اگر حضرت روح اللہ کے ہاتھ پر قابل حیات پیکروں مثلاً پرندوں کی ہیئت یا انسانوں کی مردہ نعش میں جان ڈالی گئی تو حضورؐ کے ہاتھ پر نا قابلِ حیات کھجور کے سوکھے تنہ میں حیات آفرینی کی گئی۔ فصاحت النخلہ صیاح[۹۰] الصبی (بخاری عن جابر) نیز آپ کے اعجاز سے دروازہ کے کواڑوں نے تسبیح پڑھی اور دست مبارک میں کنکریوں کی تسبیح کی آوازیں سنائی دیں۔ (خصائص کبریٰ)

(۹۱) اگر مسیح کے ہاتھ پر زندہ ہونے والے پرندوں میں پرندوں ہی کی سی حیات

---

[۸۹] عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ حضورؐ کی شان تورات میں یہ فرمائی گئی ہے کہ حق تعالیٰ آپ کو اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھائے گا جب تک کہ آپ کے ذریعہ سے ٹیڑھی قوم (عرب) کو سیدھا نہ کر دے کہ وہ توحید پر نہ آجائیں اور کھولے گا آپ کے ذریعہ ان کی اندھی آنکھیں اور بہرے کان اور اندھے دل۔

[۹۰] جابر سے روایت ہے کہ کھجور کا ایک سوکھا تنا جس پر ٹیک لگا کر حضورؐ خطبہ ارشاد فرماتے تھے جب ممبر بن گیا اور آپؐ اس پر خطبہ دینے کے لیے چڑھے تو وہ سوکھا ستون اس طرح رونے چلانے لگا اور سسکنے لگا جیسے بچے سسکتے ہیں تو آپ نے شفقت و پیار سے اس پر ہاتھ رکھا تب وہ چپ ہوا۔ (خصائص ص۲)۔

آئی اور وہ پرندوں ہی کی سی حرکات کرنے لگے تو آپؐ کے ہاتھ پر چڑھ اٹھنے والے کھجور کے سوکھے تنے میں انسانوں بلکہ کامل انسانوں کی سی حیات آئی کہ وہ عارفانہ گریہ و بکار اور عشق الٰہی میں فنائیت کی باتیں کرتا ہوا اٹھا۔ وہاں حیوان کو حیوان ہی نمایاں کیا گیا اور یہاں سوکھی لکڑی کو کامل انسان بنا دیا گیا (کما[91] فی الحدیث السابق)۔

استن حنانہ از ہجر رسولؐ   نالہ ہا می زد چو ارباب عقول

(۹۲) اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو آسمانوں میں رکھ کر کھانے پینے سے مستغنی بنایا گیا تو حضرت خاتم الانبیاء کی امت کے لوگوں کو زمین پر رہتے ہوئے کھانے پینے سے مستغنی کر دیا گیا۔ یاجوج ماجوج کے خروج اور ان کے پوری زمین پر قابض ہو جانے کے وقت مسلمین ایک محدود طبقۂ زمین میں پناہ گزیں ہوں تو ان کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا۔ قالوا[92] فما طعام المومنین یومئذ؟ قال التسبیح والتکبیر والتہلیل (مسند احمد عن عائشہ)

---

[91] جیسا کہ حدیث بالا میں گزرا۔

[92] لوگوں نے عرض کیا کہ آج کے دن یعنی یاجوج ماجوج کے قبضۂ عمومی کے زمانہ میں) مسلمانوں کے کھانے پینے کی صورت کیا ہوگی؟ فرمایا۔ تسبیح وتکبیر اور تہلیل یعنی ذکر اللہ ہی غذا ہو جائے گا جس سے زندگی برقرار رہے گی اور اسماء بنت عمیس کی روایت میں ہے کہ مسلمانوں کے لیے کھانے پینے کی حد تک وہی چیز کفایت کرے گی جو آسمانی والوں (ملائکہ) کو کفایت کرتی ہے۔ یعنی تسبیح و تقدیس۔

وفی روایت اسماء بنت عمیس نحو وفیہ یجزئہم ما یجزی اھل اسماء من التسبیح و التقدیس (خصائص کبریٰ ص۲۱۵/۲)

(۹۳) اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی حفاظت کے لیے روح القدس (جبریل) مقرر تھے تو حضورؐ کی حفاظت خود حق تعالےٰ فرماتے تھے۔ واللہ یعصمك[۹۳] من الناس (القرآن الحکیم)

ہو کیوں جبریل دربانِ محمدؐ　　خدا خود ہے نگہبانِ محمدؐ

(حضرت شیخ الہندؒ)

(۹۴) اگر اور انبیاء کی امتیں پابند رسوم و جزئیات اور بندھی جڑی رسموں کے اتباع میں مقلد جامد بنائی گئیں کہ ان کے یہاں ہمہ گیر اصول تھے کہ ان سے ہنگامی احکام کا استخراج کریں اور نہ انہیں تفقہ کے ساتھ ہمہ گیر دین دیا گیا تھا کہ قیامت تک دنیا کا شرعی نظام اس سے قائم ہو جائے تو امت محمدی مفکر، فقیہہ اور مجتہد امت بنائی گئی تاکہ اصول و کلیات سے حسبِ حوادث و واقعات احکام کا استخراج کر کے قیامت تک کا نظم اسی شریعت سے قائم کرے جس سے اس کے فتاویٰ اور کتب فتاویٰ کی تعداد ہزاروں اور لاکھوں تک پہنچی۔ وانزلنا[۹۴] الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ولعلھم

---

۹۳ اور اللہ بچاؤ فرماتے گا تمہارا (اے محمدؐ) لوگوں کے شر سے

۹۴ اور ہم نے آپ کی طرف اے پیغمبر ذکر (قرآن) اتارا تاکہ آپ کھول کھول کر لوگوں کے لیے وہ چیزیں بیان کر دیں جو ان کی طرف اتاری گئیں اور تاکہ لوگ (باقی صفحہ ... پر)

یتفکرون (القرآن الحکیم) فلو لا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ — لیتفقھو فی الدین۔

(۹۵) اسی لیے اگر انبیاء سابقین مفروض الطاعۃ تھے تو اللہ و رسول کے بعد اِس امت کے راسخین فی العلم علماء ہی مفروض الاطاعۃ بنائے گئے یاایھا الذین آمنوا اطیعو اللّٰہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم (القرآن الحکیم)۔

(۹۶) اگر علماء بنی اسرائیل کو احبار و رہبان کا لقب دیا بفحوائے اتخذو احبارھم ورھبانھم اربابًا من دون اللّٰہ تو اس امت کے راسخین فی العلم کو کانبیا بنی اسرائیل کا لقب دیا گیا علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اور انہیں انبیاء کی طرح دعوتِ عام اور تبلیغ عمومی کی طرح دعوتِ عام اور تبلیغ عمومی کا منصب دیا گیا۔ اسی لیے ایک حدیث میں علماء امت کے انوار کو انوارِ انبیاء سے تشبیہ دی گئی۔ و نورھم[۹۷] یوم القیٰمۃ مثل نور الانبیاء۔

(بقیہ صفحہ ۵۸ سے) بھی ان بین امراد امور میں) تفکر اور تدبر کریں اور فرمایا کیوں ایسا نہیں ہوتا (یعنی ضرور ہونا چاہیے) کہ ہر جماعت اور ہر طبقہ میں سے کچھ کچھ لوگ نکلیں اور دین میں تفقہ اور سمجھ پیدا کریں۔

عـہ میری امت کے علماء مثل بنی اسرائیل کے ہیں (نورانیت اور آثار کی نوعیت میں) یہ حدیث گو ضعیف ہے مگر فضائل اعمال میں قبول کی گئی ہے چنانچہ امام رازیؒ نے اس سے دو جگہ استشہاد کیا ہے۔

۹۶ یہ امت امت مرحومہ ہے میں نے اسے نوافل دیں جیسے انبیاء کو دیں ان کے

(باقی اگلے صفحہ پر)

(بیہقی عن وہب ابن منبہ) نیز امت کے کتنے ہی اعمال کو اعمال انبیاء سے تشبیہ دی گئی کہ وہ اعمال یا انبیاء کو دیئے گئے یا اس امت کو عطا ہوئے دوسری امتوں کو نہیں ملے۔ یعنی خصوصیات انبیاء سے صرف یہ امت سرفراز ہوئی

(صفحہ سے آگے) فرائض وہ رکھے جو انبیاء و رسل کے رکھے حتیٰ کہ جب وہ قیامت کے دن آئیں گے تو ان کی نورانیت انبیاء کی نورانیت جیسی ہوگی (جیسے اعضاء وضو چمکتے ہوئے ہونگے) کیونکہ میں نے ان پر پاکیزگی ہر نماز کیلیے وہی فرض کی ہے۔ جو انبیاء پر فرض ہے چنانچہ ارشادِ نبوی ہے کہ (ھذا وضوئی و وضوء الانبیاء من قبل جس سے تین تین بار اعضاء وضو کا دھونا امت کیلیے سنت قرار دیا گیا جو اصل میں انبیاء کا وضو ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انبیاء کے اعضاء وضو بھی اسی طرح چمکتے ہوں گے مگر یہ وضوء اور امتوں کو نہیں دیا گیا۔ بجز امتِ مرحومہ کے تو اسی کا نور شاید ہو گیا انبیاء کے نور کے) اور میں نے امت کو امر کیا ہے غسلِ جنابت کا جیسا کہ انبیاء کو دیا تھا اور امت کو امر کیا حج کا جیسا کہ انبیاء کو کیا تھا چنانچہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے حج نہ کیا ہو اور امر کیا امت کو جہاد کا جیسا کہ رسولوں کو امر کیا۔ حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا بعض علماء نے انکار کیا ہے۔ لیکن اس انکار کا مطلب زیادہ سے زیادہ ان الفاظ کا انکار ہو سکتا ہے۔ لیکن حدیث کے معنی یعنی علماء امت بعد امت کی تشبیہ انبیاء سے بلحاظ مضمون ثابت شدہ ہے۔ اس لیے حدیث اگر لفظاً ثابت نہ ہو تو بھی معناً ثابت ہے۔ اسی لیے علماء نے جگہ جگہ اس حدیث سے استدلال کیا ہے (بقیہ صفحہ ۶۲ پر)

وامته امة مرحومة اعطيتهم من النوافل مثل اعطيت الانبياء. وافترضت عليهم الفرائض التى افترضت على الانبياء والرسل حتى ياتونى يوم القيامة ونورهم مثل نور الانبياء. ذٰلك انى افترضت عليهم ان يتطهروا فى كل صلوٰة كما افترضت على الانبياء. وامرتهم بالغسل من الجنابة كما امرت الانبياء. وامرتهم بالحج كما امرت الانبياء. وامرتهم بالجهاد كما امرت الرسل (بیہقی عن وہب ابن منبہ)

(۹۷) اگر امم سابقہ (جیسے یہود) میں توبہ قتل سے ہوتی تھی۔ یٰقوم[۱] انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الٰی بارئکم فاقتلوا انفسکم (القرآن الحکیم)۔ تو اس امت کی توبہ قلبی ندامت رکھی گئی ــــ الندم[۲] توبة۔

(صفحہ ۶۰ سے آگے) جیسے امام رازیؒ نے آیت کریمہ یایھا الناس قد جاءتکم موعظة من ربکم کے تحت میں مراتب بیان کرتے ہوئے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ پھر ایسے ہی آیت کریمہ قالت لھم رسلھم ان نحن الا بشر مثلنا کے نیچے مراتب و کمال و نقصان بیان کرتے ہوئے اس حدیث سے استدلال کیا ہے

[۱] اے قوم بنی اسرائیل! تم نے گئوسالہ کو اپنا معبود بنا کر اپنے اوپر ظلم کیا ہے تو اپنے پیدا کرنے والے کے آگے توبہ کر۔

[۲] ندامت ہی توبہ ہے جب بندہ دل میں پشیمان ہو گیا اور آئندہ اس بدی سے باز رہنے کا عزم باندھ لیا تو توبہ ہو گئی نہ قتلِ نفس کی ضرورت رہی نہ ترکِ مال کی۔

(۹۸) اگر امتِ موسیٰ وعیسیٰ کا صرف ایک قبلہ (بیت المقدس) تھا اور اگر اہل عرب کا صرف ایک قصبہ (کعبہ معظمہ) تھا تو امتِ محمدیہ کو یکے بعد دیگرے یہ دونوں قبلے عطا کئے گئے جس سے یہ امت جامع امم ثابت ہوئی۔ قد نریٰ تقلب وجہك فی السماء فلنولینك قبلة ترضٰها۔ (القرآن الحکیم)۔

(۹۹) اگر اور امتوں کی سیئات کا کفارہ دنیا یا آخرت کی رسوائی بغیر نہ ہوتا تھا کہ وہ سیئہ در و دیوار پر مع صورت کفارہ لکھ دی جاتی تھی تو اِس امت کے معاصی کا کفارہ توبہ استغفار اور ستاری و مسامحت کے ساتھ نمازوں سے ہو جاتا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے۔ کانت بنو اسرائیل اذا اصاب احدهم الخطیئة وجدها مکتوبًا علی بابه و کفارتها فان کفرها کانت له خزی فی الدنیا وان یکفرها کانت له خزی فی الاخرة و قد اعطاکم الله خیرا من ذلك قال تعالیٰ ومن یظلم سوءًا او یظلم نفسه ثم یستغفر الله یجد الله غفورا رحیما و الصلوات الخمس والجمعة الی الجمعة کفارات لما بینهن (ابن جریر عن ابی العالیہ)۔

لہ بنی اسرائیل جب گناہ کرتے تو ان کے دروازوں پر وہ گناہ اور اِس کا کفارہ لکھ کر انہیں رسوا کر دیا جاتا تھا اگر کفارہ ادا کرتے تو دنیا کی اور نہ کرتے تو آخرت کی رسوائی ہوتی لیکن تمہیں اسے امت محمدیہ اس سے بہتر صورت دی گئی اللہ نے فرمایا کہ جو کوئی بری حرکت کرے اور اپنے نفس پر ظلم کرے اور پھر اللہ سے مغفرت چاہے تو اللہ کو غفور رحیم پاتے گا (عام رسوائی اور فضیحتی نہ ہوگی) اور پھر پانچ نمازیں اور جمعہ دوسرے جمعہ تک درمیانی گناہوں کا کفارہ ہوں گے۔

(۱۰۰) اگر امت موسیٰؑ نے دعوت جہاد کے جواب میں اپنے پیغمبر کو یہ کہہ کر صاف جواب دے دیا کہ اے موسیٰ تو اور تیرا پروردگار لڑو۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہوتے ہیں تو امت محمدیؐ نے کمال اطاعت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے نہ صرف ارض حجاز بلکہ شرق و غرب میں دینِ محمدیؐ کے علم کو سربلند کیا اور اعظم درجۃ عند اللہ کا بلند مرتبہ حاصل کیا۔

(۱۰۱) اگر اور انبیاءؑ کی امتیں محشر میں اپنی شہادت میں اپنے انبیاءؑ کو پیش کریں گی تو انبیاءؑ اپنی شہادت میں اپنی امت کو اور یہ امت اپنی شہادت میں حضرت خاتم الانبیاءؐ کو پیش کرے گی۔ یجاء بنوح[1] یوم القیٰمۃ فیقال لہ ھل بلغت ؟ فیقول نعم یا رب فتسال امتہ ھل بلغکم ؟ فیقولون ما جاءنا من نذیر فیقول من شھودک ؟ فیقول محمد وامتہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیجاء بکم

---

[1] قیامت کے دن نوحؑ لائے جائیں گے اور پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنی امت کو تبلیغ کی ؟ کہیں گے کی ہے اے میرے رب۔ تو ان کی امت سے پوچھا جائیگا کہ کیا نوحؑ نے تمہیں تبلیغ کی ؟ وہ کہیں گے ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا آیا نہیں۔ نوحؑ سے پوچھا جائے گا کہ تمہارا گواہ کون ہے ؟ عرض کریں گے محمدؐ اور ان کی امت۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ اس وقت تم (اے امت والو) بلائے جاؤ گے اور تم گواہی دو گے کہ نوحؑ نے تبلیغ کی۔ پھر حضورؐ نے یہ آیت پڑھی اور ہم نے تمہیں اے امت محمدیہ! درمیانی اور معتدل امت بنایا ہے تاکہ تم اقوام عالم پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ ہوں۔

فتشهدون انہ قد بلغ ثم قرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکذالک جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا۔ (بخاری عن ابی سعید)

(۱۰۲) اگر اور انبیاءؑ کی امتیں نہ اول ہوں نہ آخر بلکہ بیچ میں محدود ہوگی تو امت اول بھی ہوگی اور آخر بھی جعل امتی ھم الاخرون وھم الاولون (ابونعیم عن انس) آخر میں دنیا میں اور اول قیامت میں حساب و کتاب میں بھی اول اور داخلہ جنت میں بھی اول۔ نحن الآخرون من اھل الدنیا والاولون یوم القیٰمۃ المقضی لھم قبل الخلائق (ابن ماجہ ابی ہریرۃ و حذیفہ)۔

(۱۰۳) اگر موسیٰؑ امت کو اپنے دور کے جہانوں پر فضیلت دی گئی وانی فضلتکم علی العلمین تو امت محمدیؐ کو علی الاطلاق اولین و آخرین پر فضیلت

لہ میری ہی امت آخر بھی رکھی ہے اور اوّل بھی۔ دوسری حدیث ہے ہم آخر ہیں دنیا میں اور اول ہیں آخرت میں کہ سب خلائق سے پہلے ہمارا فیصلہ سنایا جاوے گا۔

دے کر افضل الامم فرمایا گیا۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس[1] (القرآن الحکیم) وحدیث جعلت امتی خیر الامم (مسند بزار عن ابی ہریرۃ) وحدیث و فی الزبور یا داؤد انی فضلت محمدا وامتہ علی الامم کلھم (خصائص کبری ص۱۴۳)

یارب تو کریمی و رسول تو کریم صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

(۱۰۴) اگر صحابۂ موسیٰؑ باوجود معیت موسیٰؑ کے بیت قدس یعنی خود اپنے قبلہ کو اپنے ہی وطن (یعنی فلسطین کو بھی فتح کرنے سے جی چھوڑ بیٹھے اور صاف کہدیا اذھب[2] انت وربك فقاتلا انا ھھنا قاعدون تو صحابۂ محمدی نے

---

[1] تم بہترین امت ہو جو انسانوں کے لیے کھڑی کی گئی ہے اور حدیث ہے میری امت بہترین امم بنائی گئی ہے اور حدیث ہے زبور میں کہ حق تعالےٰ نے فرمایا۔ اے داؤدؑ! میں نے محمدؐ کو علی الاطلاق فضیلت دی اور اس کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے۔

[2] موسیٰؑ! تو اور تیرا پروردگار لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہتے ہیں (ہم سے یہ قتال وجہاد کی مصیبت نہیں سہی جاتی) اس امت کے بارہ میں ہے کہ ہم نے تمہیں اے نبی! فتح مبین دی۔ (مکہ فتح ہو گیا) اور آیت میں ہے کہ اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ امت محمدیہ کو زمین کی خلافت وسلطنت ضرور بخشے گا۔ چنانچہ حضورؐ کے زمانہ میں پہلے مکہ فتح ہوا۔ پھر خیبر اور بحرین فتح ہوا۔ پھر پورا جزیرہ عرب کا اکثر حصہ فتح ہوا۔ پھر یمن کا پورا ملک فتح ہوا۔ پھر ہجر مجوس کے مجوس سے خرید لیا گیا۔ اطراف شام وروم ومصر واسکندریہ وحبشہ پر اثرات قائم ہوتے کہ بادشاہ روم (قیصر)

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

اپنے پیغمبر کی اطاعت کرتے ہوئے اپنے وطن حجاز کے ساتھ عالم کو فتح کر ڈالا انا فتحنا لک فتحا مبینا کا ظہور ہوا اور لیستخلفنھم فی الارض کا وعدہ خداوندی پورا کر دیا گیا (القرآن الحکیم)

(۱۰۵) اگر جنت میں ساری امتیں چالیس صفوں میں ہوں گی۔ تو حضورؐ کی تنہا امت اسی صفیں پائے گی۔ اھل الجنۃ عشرون ومائۃ صف ثمانون منھا من ھذہ الامۃ واربعون من سائر الامم

(ترمذی و دارمی بیہقی عن بریدۃ)۔

(۱۰۶) اگر اور امتوں کے صدقات اور انبیاء کے خمس نذر آتش کئے جانے سے

(بقیہ صفحہ)
بادشاہ حبش (نجاشی) شاہ مصر و اسکندریہ مقوقس شاہان عمان وغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بھیج کر اپنی فرمانبرداری اور نیاز مندی کا ثبوت دیا۔ پھر صدیق اکبرؓ خلیفہ رسول اللہ نے جزیرہ عرب پورا کا پورا لے لیا۔ فارس پر فوج کشی کی۔ شام کے اہم علاقے بصریٰ وغیرہ فتح ہوئے۔ پھر فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں پورا شام پورا مصر، فارس و ایران اور پورا روم اور قسطنطنیہ فتح ہوا۔ پھر عہد عثمانی میں اندلس، قبرص، بلاد قیران وسبتہ اقصائے چین و عراق و خراسان، اہواز اور ترکستان کا ایک بڑا علاقہ فتح ہوا اور پھر امت کے ہاتھ پر ہند و سندھ، یورپ و ایشیا کے بڑے بڑے ممالک فتح ہوئے جن پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور بالآخر زمانہ آخر میں پوری دنیا پر بیک وقت اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا۔ وعدہ امت کو دیا گیا۔ جو پورا ہو کر رہے گا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔

قبول ہوتے تھے جس سے امتیں مستفید نہیں ہو سکتی تھیں تو امتِ محمدیؐ کے صدقات و خمس خود امت کے غرباء پر خرچ کر لے سے قبول ہوتے ہیں جس سے پوری امت مستفید ہوتی ہے۔ وکانت[1] الانبیاء یعزلون الخمس فتجئ النار و تاکلہ و امرت انا ان اقسمہ بین فقراء امتی (بخاری فی تاریخہ عن ابن عباس)

(۱۰۷) اگر اور انبیاءؑ پر وحی آتی تھی جس سے اصلی تشریع کا تعلق تھا تو اس امت کے ربانیوں پر الہام اترا جس سے اجتہادی شریعتیں کھلیں۔ واذا[2] جاءھم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم۔

(۱۰۸) اگر اور انبیاءؑ کی امتیں ضلالت عامہ سے نہ بچ سکیں تو امتِ محمدیہؐ کو گمراہی عامہ سے ہمیشہ کے لئے مطمئن کر دیا گیا۔ لا تجتمع[3] امتی علی الضلالۃ۔

---

[1] اگر اور انبیاء علیہم السلام اپنا خمس کا حق چھوڑ دیتے تھے۔ تو آگ آتی تھی اور اسے جلا ڈالتی تھی (یہی اس کی قبولیت کی علامت تھی بقولتے قرآن حکیم حتی یاتینا بقربان تاکلہ النار) اور مجھے امر کیا گیا ہے کہ میں اس خمس کو تقسیم کر دوں اپنی امت کے فقراء میں (خصائص کبری ص۲۰۴)

[2] اور جب ان کے پاس کوئی بات امن کی یا خوف کی آتی ہے تو اسے پھیلا دیتے دیتے۔ حالانکہ اگر وہ اسے رسول یا اپنے میں سے اولو الامر کی طرف لوٹا دیتے ہیں اسے ان میں سے استنباط کرنے والے جان لیتے (جو اس میں سے نئی چیزیں مستنبط کر کے نکال لیتے)

[3] میری امت (ساری کی ساری مل کر کبھی بھی) گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔

(۱۰۹) اگر اور انبیاء کی امتوں کامل کر کسی چیز کا جمع ہو جانا عند اللہ حجت شرعیہ نہیں تھا کہ وہ گمراہی عامہ سے محفوظ نہ تھیں تو امت محمدیہ کا اجماع حجت شرعیہ قرار دیا گیا کہ وہ عام گمراہی سے محفوظ کی گئی ہے۔[1] ما راہ المومنون حسنًا فھو عند اللہ حسنٌ وحدیث انتم شہداء اللہ فی الارض ولتکونوا شہداء علی الناس۔

(۱۱۰) اگر اور انبیاء کی امتیں گمراہی عامہ کی وجہ سے معذب ہو ہو کر ختم ہوتی رہی ہیں تو امت محمدیہ کو عذاب عام اور استیصال عام سے دائمی طور پر بچا لیا گیا۔ وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون (القرآن الحکیم)۔

(۱۱۱) اگر اور انبیاء کی امتوں کو جنت میں نفس مقامات سے نوازا جاتے گا تو امت محمدیہ کو ہر مقام کا دہ گنہ درجہ دیا جاتے گا۔ تا آنکہ اس امت کے ادنیٰ سے ادنیٰ جنتی کا ملک بنص حدیث دس دنیا کی برابر ہوگا۔[2] فما ظنك با علاھم؟

(۱۱۲) اگر امم سابقہ کی شفاعت صرف ان کے انبیاء ہی کریں گے تو اس

---

[1] جسے مسلمان اچھا سمجھ لیں وہ عند اللہ بھی اچھا ہے اور حدیث تم اللہ کے سرکاری گواہ ہو زمین میں۔ اور آیت کریمہ ہم نے تمہیں اے امت محمدیہ درمیانی درجہ کی امت بنایا ہے (تمہیں بھی اس کا دھیان چاہیے) اور حدیث تم اللہ کے سرکاری گواہ ہو زمین پر) اور آیت کریمہ ہم نے تمہیں درمیانی امت بنایا ہے تاکہ تم گواہ بنو دنیا کے انسانوں پر۔

[2] جیسا کہ آیت کریمہ من جاء بالحسنۃ فلہٗ عشر امثالھا اس پر شاہد ہے۔

امت کی شفاعت حضورؐ کی ساتھ اس امت کے صلحا بھی کریں گے اور ان کی شفاعت سے جماعتیں کی جماعتیں نجات پاکر داخل ہوں گی۔ ان[1] من امتی من یشفع للفئام ومنہم من یشفع للقبیلۃ ومنہم من یشفع للعصبۃ ومنہم من یشفع للرجل حتی یدخلوا الجنۃ ۔
(ترمذی عن ابی سعیدؓ)

(۱۱۳) اگر اور انبیاء کی امتوں کے نام ان کے وطنوں اور قبیلوں یا انبیاء کے ناموں سے رکھے گئے، جیسے عیسائی، یہودی، ہندو وغیرہ تو امت محمدیہ کے دو نام اللہ نے اپنے ناموں سے رکھے۔ مسلم[2] اور مومن۔ یا یہود تسم اللہ باسمین وسمی اللہ بہما امتی ہو السلام وسمی بہا امتی المسلمین وہو المومن وسمی بہا امتی المومنین
(مصنف ابن ابی شیبہ عن مکحول)۔

یہ سارے امتیازی فضائل و کمالات جو جماعت انبیاء میں آپ کو اور

---

[1] میری امت میں ایسے بھی ہوں گے جو کتنی کتنی شفاعتیں کریں گے اور ایک خاندان بھر کی، بعض خاندان کے ایک حصہ کی اور بعض ایک شخص کی۔ تا آنکہ یہ لوگ اس کی شفاعت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

[2] اے یہودی! اللہ نے اپنے دو نام رکھے۔ اور پھر ان دونوں ناموں سے نام میری امت کا رکھا۔ اللہ تعالےٰ اسلام ہے تو اس نام پر اس نے میری امت کو مسلمین کہا۔ اور وہ مومن ہے تو اپنے اس نام پر اس نے میری امت کو مومنین فرمایا۔

اور آپؐ کی نسبت غلامی سے امتوں میں اس امت کو دیئے گئے تو اِس کی بناء ہی یہ ہے کہ اور انبیاؑ نبی ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں اور امتیں امم و اقوام ہیں اور یہ امت خاتم الامم اور خاتم الاقوام ہے اور انبیاؑ کی کتب آسمانی کتب ہیں اور آپؐ کی لائی ہوئی کتاب خاتم الکتب ہے اور ادیان ادیان ہیں اور یہ دین خاتم الادیان ہے اور شرائع شریعتیں ہیں اور یہ شریعت خاتم الشرائع ہے۔ یعنی آپؐ کی خاتمیت کا اثر آپؐ کے سارے ہی کمالات و آثار میں رچا ہوا ہے۔ پس یہ امتیازی خصوصیات محض نبوت کے اوصاف نہیں بلکہ ختم نبوت کی خصوصیات ہیں۔ اِس لیے جیسے آپؐ تمام انبیاؑ میں ختم نبوت کے مقام سے ممتاز اور افضل ہیں۔ ایسے ہی آپؐ کی یہ خاتمیت کی ممتاز سیرت تمام انبیاؑ کی سیرتوں سے ممتاز اور افضل ہے۔ چنانچہ خود حضورؐ نے بھی ختم نبوت اور خاتمیت کو اپنی خصوصیات میں شمار فرمایا ہے۔ حدیث ابو ہریرہؓ میں آپؐ نے جہاں اپنی چھ امتیازی خصوصیات جوامع کلم اور غیر معمولی رعب وغیرہ ارشاد فرمائی۔ وہیں ان میں سے ایک خصوصیت یہ بھی فرمائی کہ :۔

وختم بی النبیون ۔ (بخاری و مسلم) ۔ مجھ سے نبی ختم کر دیئے گئے۔

اِس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضورؐ کی یہ خصوصیات اور ممتاز سیرت ختم نبوت کے تسلیم کئے بغیر زیر تسلیم نہیں آسکتی۔ ان خصوصی فضائل کو وہی مان سکے گا جو ختم نبوت کو مان رہا ہو۔ ورنہ ختم نبوت کا منکر درحقیقت ان تمام فضائل و کمالات اور خصوصیات نبوی کا منکر ہے۔ گو زبان سے وہ حضورؐ کی افضلیت کا دعویٰ کرتا رہے۔ مگر یہ دعویٰ ختم نبوت کے انکار کے ساتھ زمانہ سازی اور حیلہ بازی

ہو گا۔ بہرحال حضورؐ کے لیے کمالات کے دائرہ میں ہر کمال کا یہ انتہائی نقطہ آپ کی خاتمیت کا اثر ہے نہ محض نبوت کا۔

اِس سے یہ اصولی بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ شے کی انتہا میں اِس کی ابتدا۔ لپٹی ہوتی ہے اور کمال کے ہر انتہائی نقطہ میں اِس کے تمام ابتدائی مراتب مندرج ہوتے ہیں۔ سورج کی روشنی سارے عالم میں درجہ بدرجہ پھیلی ہوتی ہے جس کے مختلف اور متفاوت مراتب ہیں۔ لیکن اِس کے انتہائی مرتبۂ نور میں اس کے ابتدائی نور کے تمام مراتب کا جمع رہنا قدرتی ہے۔ مثلاً اِس کے نور کا ادنیٰ درجہ ضیاء اور چاندنا ہے جو بند مکانوں میں بھی پہنچا ہوا ہوتا ہے۔ اِس سے اوپر کا مرتبہ دھوپ ہے جو کھلے میدانوں اور صحنوں میں پھیلی ہوتی ہے جس سے میدان روشن کہلاتے ہیں۔ اِس سے اوپر کا مرتبہ شعاعوں کا ہے جس کا باریک تاروں کی طرح فضائے آسمانی میں جال پھیلا ہوا ہوتا ہے اور فضا ان سے روشن رہتی ہے۔ اس سے بھی اوپر کا مرتبہ اصل نور کا ہے جو آفتاب کی ٹکیہ کے چوگرد اس سے لپٹا ہوا اور اِس سے چمٹا ہوا ہوتا ہے جس سے آفتاب کا ماحول منور ہوتا ہے اور اس سے اوپر ذات آفتاب ہے جو بذات خود روشن ہے لیکن یہ ترتیب خود اِس کی دلیل ہے کہ آفتاب سے نور صادر ہوا، نور سے شعاع برآمد ہوئی، شعاع سے دھوپ نکلی اور دھوپ سے چاندنا نکلا گویا ہر اعلیٰ مرتبہ کا اثر ادنیٰ مرتبہ ہے جو اعلےٰ سے صادر ہو رہا ہے۔ اِس لیے بآسانی یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ضیاء و روشنی دھوپ میں تھی۔ جب ہی تو اِس سے برآمد ہوئی دھوپ شعاعوں میں تھی جب ہی تو اِس سے نکلی۔ شعاعیں نور میں تھیں جب ہی

اس سے صادر ہوا۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ روشنی کے یہ سارے مراتب آفتاب کی ذات میں جمع تھے جب ہی تو واسطہ بلا واسطہ اس سے صادر ہو ہو کر عالم کے طبقات کو منور کرتے رہے۔ پس آفتاب خاتم الانوار ہونے کی وجہ سے جامع الانوار ثابت ہوا۔ اگر نور کے سارے مراتب اس پر پہنچ کر ختم نہ ہوتے تو اس میں یہ سب کے سب مراتب جمع بھی نہ ہوتے تو قدرتی طور پر خاتمیت کے لیے جامعیت لازم نکلی

ٹھیک اسی طرح حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جب کہ خاتم الکمالات ہیں جن پر نبوت کے تمام علمی و عملی اور اخلاقی و احوالی مراتب ختم ہو جاتے ہیں تو آپ ہی ان سارے کمالات کے جامع بھی ثابت ہوتے ہیں اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نبوت کا ہر کمال جس جس رنگ میں جہاں جہاں اور جس جس پاک شخصیت میں موجود تھا وہ آپ ہی سے نکلا اور آخر کار آپ ہی پر آکر منتہی ہوا تو یقیناً وہ آپ ہی میں جمع بھی تھا۔ اس لیے وہ تمام امتیازی کمالات علم و اخلاق اور کمالات احوال و مقامات جو مذکورہ بالا دفعات میں پیش کئے گئے ہیں اور جو آپ کے لیے وجہ امتیاز و فضیلت ہیں جب کہ آپ ہی پر پہنچ کر ختم ہوتے تو وہ بلاشبہ آپ ہی میں جمع شدہ بھی تھے ورنہ آپ پر پہنچ کر ختم نہ ہوتے اور جب آپ کی ذات بابرکات جامع الکمالات بلکہ منبع کمالات ثابت ہوئی اور آپ کے سارے کمالات انتہائی ہو کر جامع مراتب کمالات ثابت ہوتے۔

مصحفے گشت جامع آیات ۔۔۔ ہستیش غایت ہمہ غایات

تو یقیناً آپ کی شریعت جامع الشرائع آپ کا دین جامع الادیان، آپکا لایا ہوا علم جامع علوم اولین و آخرین، آپ کا خلق خلق عظیم یعنی جامع اخلاق

سابقین و لاحقین اور آپ کی لائی ہوئی کتاب جامع کتب سابقین ہے جو آپ کی خاتمیت کی واضح دلیل ہے۔ اس لیے آپ کی خاتمیت کی شان سے آپ کی جامعیت ثابت ہوگئی۔

مصدّقیت

اب اس جامع سے آپ کی افضلیت کا ایک اور مقام نمایاں ہوتا ہے۔ اور وہ شان مصدّقیت ہے کہ آپ سابقین کی ساری شریعتوں اور ان کی لائی ہوئی ساری کتابوں کے تصدیق کنندہ ثابت ہوتے ہیں جس کا دعویٰ قرآنِ حکیم نے فرمایا ہے:-

ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم۔ — پھر تمہارے پاس (اے پیغمبرانِ الٰہی) وہ عظیم رسول (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) آجائیں جو تمہارے ساتھ کی ہر چیز (سماوی کتب، نبوت، معجزات، تعلیمات وغیرہ) کے تصدیق کنندہ ہوں (تو تم ان پر) ایمان لانا اور ان کی نصرت کرنا۔

اور فرمایا:-

بل جاء بالحق مصدق المرسلین۔ — بلکہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آئے اور رسولوں کی تصدیق کرتے ہوئے۔

وجہ ظاہر ہے کہ جب آپ کی شریعت میں تمام پچھلی شریعتیں جمع ہیں اور آپ کی لائی ہوئی کتاب (قرآن) میں تمام پچھلی کتب سماویہ مندرج ہیں تو ان کی تصدیق

خود اپنی تصدیق ہے جس کی بنا سورج کی مثال سے کھل چکی ہے کہ جیسے ہر انتہا میں اس کے ابتدائی مراتب جمع ہو جاتے ہیں۔ ویسے ہی وہ سارے ابتدائی مراتب نکلتے بھی اسی انتہائی مرتبہ سے ہیں۔ اس لیے سابق شریعتیں درحقیقت اسی انتہائی شریعت کے ابتدائی مراتب ہونے کے سبب اسی میں سے نکلی ہوئی مانی جاویں گی ورنہ یہ شریعت انتہائی اور وہ ابتدائی نہ رہیں گی جو مشاہدہ اور عقل و نقل کے خلاف ہے۔ وہ اپنی جگہ مسلم شدہ ہے پس اس جامع شریعت کی تصدیق کے بعد ممکن ہی نہیں کہ ابتدائی شریعتوں کی تصدیق نہ کی جاتے بلکہ خود اس مصدقہ شریعت میں جمع شدہ ہیں۔ ورنہ خود اس شریعت کی تصدیق بھی باقی نہ رہے گی۔ اس لیے جب یہ آخری اور جامع شریعت آپ کے اندر سے ہو کر نکلی تو سابقہ شریعتیں بھی بالواسطہ آپ ہی کے اندر سے ہو کر آئی ہوئی تسلیم کی جاویں گی۔ وانہ لفی زبر الاولین اور یہ قرآن پچھلوں کی کتابوں میں بھی (لپٹا ہوا) موجود تھا) اس لیے اس شریعت کی تصدیق کے لیے پچھلی شریعتوں کی تصدیق ایسی ہی ہو گی جیسے اپنے اجزا و اعضاء کی تصدیق اور ظاہر ہے کہ اپنے اعضاء و اجزا اور بالفاظ دیگر خود اپنی تکذیب کون کر سکتا ہے ورنہ یہ معاذاللہ خود اپنی شریعت کی تکذیب ہو جاتے گی۔ جب کہ یہ ساری شریعتیں اسی آخری شریعت کے مبادی و مقدمات اور ابتدائی مراتب تھے تو کل کی تصدیق کے اس کے تمام صحیح اجزا کی تصدیق ضروری ہے ورنہ وہ کل کی ہی تصدیق نہ رہے گی۔ اس لیے سارے پچھلے ادیان کے حق میں آپ کے مصدق ہونے کی شان نمایاں تر ہو جاتی ہے اور واضح ہو جاتا ہے کہ "اسلام

اقرار شرائع کا نام ہے، انکار شرائع کا نہیں۔ تصدیق مذاہب کا نام ہے۔ تکذیب مذاہب کا نہیں۔ توقیر ادیان کا نام ہے تحقیر ادیان کا نہیں۔ تعظیم مقتدایان مذاہب کا نام ہے۔ توہین مقتدایان کا نام نہیں۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسلام کا ماننا درحقیقت ساری شریعتوں کا ماننا اور اس کا انکار ساری شریعتوں کا انکار ہے اور اسلام آجانے کے بعد اس سے منکر درحقیقت کسی بھی دین و شریعت کے مقر تسلیم نہیں کئے جا سکتے۔

اس بناء پر اگر ہم دنیا کے سارے مسلم اور غیر مسلم افراد سے یہ امید رکھیں کہ وہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جامع و خاتم سیرت کے مقامات کو سامنے رکھ کر اس آخری دین کو پوری طرح سے اپنائیں اور اس کی قدر و عظمت کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں تو یہ بے جا آرزو نہ ہوگی مسلمانوں سے تو اس لیے کہ حق تعالےٰ نے انہیں اسلام دے کر دین ہی نہیں دیا بلکہ سرچشمۂ ادیان دے دیا اور ایک جامع شریعت دے کر دنیا کی ساری شریعتیں ان کے حوالہ کر دیں۔ جب کہ وہ سب کی سب شاخ در شاخ ہو کر اسی آخری شریعت سے نکل رہی ہیں جس سے مسلمان بیک وقت گویا سارے ادیان و شریعت پر عمل کرنے کے قابل اور اس جامع عمل سے اپنے لیے جامعیت کا مقام حاصل کرنے کے قابل بنے ہوتے ہیں اور اس طرح وہ ایک دین نہیں بلکہ تمام ادیان عالم پر مرتب ہونے والے سارے ہی اجر و ثواب اور درجات و مقامات کے مستحق ٹھہر جاتے ہیں۔

اندریں صورت اگر ہم یوں کہیں تو خلافِ حقیقت نہ ہوگا۔ اگر وہ صحیح معنی

میں عیسائی، موسائی، ابراہیمی اور نوحی بھی ہیں کہ آج انہی کے دم سے سچی نوحیت ابراہمیت، موسائیت اور عیسائیت دنیا میں زندہ ہے جب کہ بلا استثناء ان سب کے ماننے اور ان کی لائی ہوئی شرائع کو سچا تسلیم کرنے کی روح انہوں نے ہی دنیا میں پھونک رکھی ہے۔ بلکہ اپنی جامع شریعت کے ضمن میں ان سب شریعتوں پر عمل پیرا بھی ہیں۔ ورنہ آج ابراہیم کے ماننے والے براہمہ اپنے کو اس وقت تک براہمہ نہیں سمجھتے جب تک کہ وہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ و محمد علیہم السلام کی تکذیب و توہین نہ کرلیں۔ اسی طرح آج کی عیسائیت کو ماننے والے بزعم خود اپنی عیسائیت کو اس وقت تک برقرار نہیں رکھ سکتے۔ جب تک کہ وہ محمدیت کی تکذیب نہ کرلیں۔ گویا ان کے مذاہب کی بنیاد ہی تکذیب پر ہے تصدیق پر نہیں۔ انکار پر ہے اقرار پر نہیں۔ توہین پر ہے توقیر پر نہیں۔ جہالت پر ہے معرفت پر نہیں۔ حالانکہ مذہب نام اقرار کا ہے۔ انکار کا نہیں۔ ایمان نام معرفت کا ہے جہالت کا نہیں، دین نام محبت کا ہے عداوت کا نہیں، پس تسلیم و اقرار، تعظیم و توقیر، علم و معرفت اور ایمان و دین کا کارخانہ سنبھلا ہوا ہے تو صرف اسلام ہی سے سنبھلا ہوا ہے ——————

——— اور اسی کی تسلیم عام اور تصدیق عام کی بدولت تمام مذاہب کی اصلیت اور توقیر محفوظ ہے۔ ورنہ اقوام دنیا نے مل کر تعصبات کی راہوں سے اس کارخانہ کو درہم برہم کرنے میں کوئی کسر اٹھا کر نہیں رکھی۔ بنا بریں اسلام کے ماننے والے تو اس لیے اسلام کی قدر پہچانیں اور اسے دستور زندگی بنائیں کہ اللہ نے انہیں تعصبات کی دلدل سے دور رکھ کر دنیا کی تمام قوموں، امتوں

اور ان کے تمام مذاہب اور شریعتوں کا رکھوالا اور محافظ بنایا اور ان میں سے غل وغش کو الگ دکھا کر اصلیت کا رازداں تجویز کیا۔ دوسرے انکا اقرار و تسلیم صرف ان ہی کی شریعت تک محدود نہیں بلکہ شاخ در شاخ بنا کر دنیا کی تمام شریعتوں تک پھیلا دیا جس سے اگر ایک طرف ان کے دین کی وسعت وعمومیت اور جامعیت نمایاں کی جو خود دین والوں کی جامعیت اور وسعت کی دلیل ہے تو دوسری طرف اسلامی دین کا غلبہ بھی تمام ادیان پر پورا کر دیا۔ جس کی قرآن نے لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (تاکہ اسلامی دین کو اللہ تمام دینوں پر غالب فرماتے) خبر دی تھی۔

کیونکہ غلبۂ دین کی اس سے زیادہ نمایاں اور واضح دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ دین اسلام تمام ادیان کا مصدق بن کر ان میں روح کی طرح دوڑا ہوا انہیں تھامے ہوتے ہے، ان کا قیوم اور سنبھالنے والا ہے۔ اور اسی کے دم سے ان کی تصدیق و توثیق باقی ہے ورنہ اقوام عالم تو مذاہب کی تردید وتکذیب کر کے انہیں لاشئے محض بنا چکی تھیں۔ وقالت الیھود لیست النصارٰی علی شئی۔ وقالت النصارٰی لیست الیھود علی شئی (یہود نے کہا کہ نصارا لاشئے محض ہیں اور نصارٰی نے کہا کہ یہود لاشئی محض ہیں) اور اس طرح ہر قوم اپنے سوا دوسرے مذاہب کو تردید وتکذیب سے دفن کر چکی تھی۔ مصدق عام اور قیوم عمومی بن کر تو اسلام ہی آیا جس نے ہر مذہب کی اصلیت نمایاں کر کے اس کی تصدیق کی اور اسے باقی رکھا جس سے، مذاہب سابقہ اپنا دورہ پورا کر دینے کے بعد بھی دلوں اور ایمانوں میں محفوظ

رہے اور کون نہیں جانتا کہ کسی چیز کا سنبھالنے اور تھامنے والا ہی اس چیز پر غالب ہوتا ہے جسے وہ تھام رہا ہے۔ ورنہ بلا غلبہ کے تھامتا کیسے۔؟ اور تھمی شے تھامنے والے کے سامنے مغلوب اور ضعیف ہوتی ہے۔ ورنہ اسے تھامنے والے کے سہارے کی ضرورت کیوں پڑتی؟ پس جب کہ ادیان سابقہ کی اصلیت اسلام کے سہارے تھمی ہوتی ہے تو ادیان سابقہ اس کے محتاج ثابت ہوتے اور وہ ان کے لحاظ سے غنی رہا۔ اور ظاہر ہے کہ محتاج غنی پر غالب نہیں ہوتا۔ بلکہ غنی محتاج پر غالب ہوتا ہے۔ اس لیے اسلام کا غلبہ اس قومیت کے سلسلہ سے تمام ادیان پر نمایاں ہو جاتا ہے

ھوالذی ارسل رسولہ	اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے اپنے
بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ	رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ
علی الدین کلہ	اس اسلامی دین کو تمام دینوں پر غالب فرمائے

پس اسلام کا غلبہ جہاں حجت و برہان سے اس نے دکھلایا۔ جہاں تیغ و سنان سے اس نے دکھلایا جو باہر کی چیزیں ہیں وہیں خود دین کی ذات سے ہی دکھلایا اور وہ اس کی عمومیت، قیومیت اور مصدقیت عام ہے جس سے اس نے روح بن کر ادیان کو سنبھال رکھا ہے جس سے اس دین کا بین الاقوامی دین ہونا بھی واضح ہو جاتا ہے۔ بہرحال اسلام والے تو اس لیے اسلام کی قدر کرتے ہیں کہ وہ کامل، جامع مصدق عالمگیر دین اور روح ادیان عالم ہے جو انہیں پشتینی طور پر ہاتھ لگ گیا ہے۔

اور غیر مسلم اس لیے اس کی طرف بڑھیں اور اس کی قدر پہچانیں کہ

آج کی ہمہ گیر دنیا میں اول تو جزوی اور مقامی ادیان چل نہیں سکتے۔ جیسا کہ مشاہدہ میں آرہا ہے کہ ہر ایک مذہب کو یا منظر عام سے ہٹ کر چھپنے کے لیے پہاڑوں اور غاروں کی پناہ لینی پڑتی ہے اور یا باہر آکر زمانہ کے تقاضوں کے مطابق اپنے اندر ترمیمیں کرنی پڑ رہی ہیں اور وہ بھی اسلام ہی سے لے کر تاکہ دنیا میں اس کے گاہک باقی رہیں۔ مگر ان میں سے کوئی چیز بھی ان ادیان کے محدود اور مقامی اور محض قومی ہونے کو نہیں چھپا سکتی۔ ان کے پیوند دل سے خود ہی پتہ چل جاتا ہے کہ لباس کو نمائش کی حد تک صحیح دکھلانے اور جاذب نظر بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسی لیے ان قومیتوں کی حدبندیوں کے مذاہب سے دلوں کی توجہ ہٹتی جا رہی ہے۔ جیسا کہ مشاہدہ میں آرہا ہے ــــ اندریں صورت تقاضائے دانش و بینش اور مقتضائے فطرت صرف یہ ہے کہ اجزاء سے ہٹ کر کل اور مجموعہ کو اپنایا جائے جس کے ضمن میں یہ جزوی دین اپنی اصلیت کی حد تک خود بخود آجائیں اور ظاہر ہے کہ جب اصلیت کی حد تک اسلام نے تمام شرائع اور ادیان کو اپنے ضمن میں لے رکھا ہے تو اسلام قبول کرنے والے ان ادیان سے بھی محروم نہیں رہ سکتے۔

بلکہ اگر وہ اپنے ادیان کی حفاظت چاہتے ہیں تو اب بھی انہیں اسلام ہی کا دامن سنبھالنا چاہیے۔ کیونکہ اسلام ہی نے ان ادیان کو تا بحد اصلیت اپنے ضمن میں سنبھال رکھا ہے۔ اگر وہ اپنے ادیان کی موجودہ صورتوں پہ جمے رہتے ہیں تو اول تو وہ بے سند ہیں، ان کی کوئی حجت سامنے نہیں، اسلام ان کی سند تھا۔ تو اسے انھوں نے اختیار نہیں کیا۔ اسلام سے ہٹ کر

دوسرے مذاہب میں دین کی سند و استناد کا کوئی سسٹم ہی نہیں جس سے ان کی اصلیت کا پتہ نشان لگ سکے اور ظاہر ہے کہ بے سند بات بحث نہیں ہو سکتی اور اگر کسی حد تک کوئی اپنی سلائی فطرت سے اصلیت کا کوئی سراغ نکال بھی لے تو زیادہ سے زیادہ وہ ایک جزئی، قومی اور مقامی دین کا پیرو رہا جو آج کے بین الاقوامی، بین الاوطانی اور عمومیت وکلیت کے دور میں چل نہیں سکتا۔ اسی لیے ارباب ادیان ایسے دینوں میں ترمیمات کے مسودے لا رہے ہیں اور آئے دن اس قسم کی خبروں سے اخبارات کے کالم بھرے رہتے ہیں۔ البتہ اگر وہ اسلام سنبھال لیں تو اس پر چلنا درحقیقت تمام ادیان پر چلنا ہے اور ہر دین کی جتنی واقعی اصلیت ہے اسے تھامے رہنا ہے اس لیے نفس دین کا تھامنا ضروری ہو تب اور اپنے اپنے ادیان کا تھامنا ضروری ہو۔ تب بہر دو صورت اسلام ہی کا تھامنا عقلاً اور نقلاً ضروری نکلتا ہے۔

بہر حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے آپ کی لائی ہر چیز شریعت۔ کتاب۔ قوم۔ امت۔ اصول قواعد اور احکام وغیرہ ساری چیزیں خاتم ٹھہرتی ہیں۔ اسی لیے جس طرح آپ کو خاتم النبیین فرمایا گیا اسی طرح آپ کے دین کو خاتم الادیان بتایا گیا۔ ارشاد ربانی ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم — آج کے دن میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا۔

———— * ————

اور ظاہر ہے کہ اکمال اور تکمیلِ دین کے بعد ستے دین کا سوال پیدا نہیں ہو سکتا

اس لیے یہ کامل دین ہی خاتم الادیان ہو گا کہ کوئی تکمیل طلب ایسے ہی آپؐ کی امت کو خاتم الامم کہا گیا جس کے بعد کوئی امت نہیں۔ حدیث قتادہؓ میں ہے

نحن اخرھا وخیرھا ــــ (در منثور) — ہم (امتوں میں) سب سے آخر میں اور سب سے بہتر ہیں

حدیث ابی امامہ میں ہے :-

یایھا الناس لا نبی بعدی ولا امۃ بعدکم ــــ (مسند احمد) — اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔

(یعنی میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ یہی وہ خاتمیت ہے)

آپؐ اپنی مسجد کے بارہ فرمایا جو حدیث عبداللہ بن ابراہیم میں ہے کہ

فانی آخر الانبیاء ومسجدی آخر المساجد ــــ (مسلم) — میں آخر الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخر المساجد ہے (وہی آپؐ کی خاتمیت مسجد میں آئی)

حدیث عائشہؓ میں یہ دعویٰ خاتمیت کے الفاظ کے ساتھ ہے۔

اناخاتم الانبیاء ومسجدی خاتم مساجد الانبیاء ــــ (کنز العمال) — میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد مساجد الانبیاء میں خاتم المساجد ہے۔

اور جب کہ آپؐ کی آوردہ کتاب (قرآن) ناسخ الادیان اور ناسخ الکتب ہے تو یہی معنی اس کے خاتم الکتب ہونے کے ہیں۔ کیونکہ ناسخ ہمیشہ آخر میں اور ختم پر آتا ہے اور اسی لیے آپؐ کو دعوت عامہ دی گئی کہ دنیا کی ساری اقوام کو آپؐ اللہ کی طرف بلائیں۔ کیونکہ اس دین کے بعد کوئی اور دین کسی خاص قوم یا دنیا کی کسی بھی قوم کے پاس آنے والا نہیں جس کی دعوت آنے والی ہو تو اسی ایک دین کی دعوت عام ہو گئی کہ وہ خاتم ادیان اور آخر ادیان ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ ساری خاتمیتیں درحقیقت آپؐ کی ختم نبوت کے آثار ہیں۔ خاتمیت سے جامعیت نکلی تو یہ تمام چیزیں جامع بن گئیں اور جامعیت سے آپؐ کی مصدقیت کی شان پیدا ہوئی جو ان سب چیزوں میں آتی چلی گئی۔ قرآن کو مصدق لما معکم کہا گیا امت کو بھی مصدق انبیاء بنایا گیا کہ سب اگلے پچھلے پیغمبروں پر ایمان لاؤ۔ دین بھی مصدق ادیان ہوا۔

یہی وہ سیرِ نبوی کے جامع اور انتہائی نقاط ہیں جن سے یہ سیرت مبارک تمام سیرِ انبیاءؑ پر حاوی و غالب اور خاتم السیر ثابت ہوتی۔ اسی لئے آپ کی سیرت کا بیان محض کمال کا بیان نہیں بلکہ امتیازی کمالات اور ان کے بھی انتہائی نقاط کا بیان ہے جو اسی وقت ممکن ہے کہ آپؐ کی ختم نبوت کو مانا جائے کہ یہ امتیازات اور امتیازی کمالات مطلق نبوت کے آثار نہیں بلکہ ختم نبوت کے آثار ہیں۔ کیونکہ ختم نبوت خود ہی نفس نبوت سے ممتاز اور افضل ہے کہ سرچشمہ نبوات ہیں۔ اسلئے اس کے امتیازی آثار بھی مطلق آثار نبوت سے فائق اور افضل ہونے ناگزیر تھے۔ پس سیرتِ خاتمیت کے چند نمونے ہیں جو اس مختصر سی فہرست میں پیش کئے گئے ہیں۔ جن کا عدد (   ) ہوتا ہے ان میں اولاً چند دفعات میں خاتم النبیینؐ کے دین کا تفوق و امتیاز دوسرے ادیان پر دکھلایا گیا ہے۔

پھر چند نمبروں میں طبقہ انبیاءؑ کے کمالات و کرامات اور معجزات پر خاتم النبیینؐ کے کمالات و کرامات اور معجزات کی فوقیت دکھلائی گئی ہے۔

پھر چند نمبروں میں خصوصی طور پر نام بنام حضرات انبیاء علیہم السلام کے

خصوصی احوال و آثار اور مقامات پر حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و آثار اور مقامات کی عظمت واضح کی گئی ہے۔

پھر چند شماروں میں اور انبیاء کی امتوں پر امت خاتم کی عظمت و برگزیدگی واضح کی گئی ہے۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر جہتی عظمت و فوقیت کاملیت و جامعیت، اولیت و آخریت روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آ جاتی ہے جو آپ کی خاتمیت کے آثار و لوازم ہیں۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حق تعالےٰ شانہٗ کو آپ کی خاتمیت کے اثبات میں کس درجہ اہتمام ہے کہ ختم نبوت کا دعوٰے قرآن کریم میں کر کے سینکڑوں سے متجاوز احادیث میں ختم نبوت کے دلائل و آثار اور شواہد و نظائر شمار کرائے گئے ہیں جن میں سے چند کا انتخاب ان مختصر اوراق میں پیش کیا کیا گیا۔ بس ختم نبوت سے متعلق پہلی قسم کی آیات و روایات پر مشتمل کتابیں دعوائے ختم نبوت کی کتابیں لکھی جائیں گی اور یہ رسالہ جس میں آثار و لوازم ختم نبوت کے نمونے اور خصوصیات ختم نبوت کے شواہد و نظائر پیش کئے گئے ہیں۔ دلائل ختم نبوت کی کتاب کہی جائے گی جس سے صاف روشن ہو جاتا ہے کہ ختم نبوت کا مسئلہ اسلام میں سب سے زیادہ اہم، سب سے زیادہ بنیادی اور اساسی مسئلہ ہے۔ جس پر اسلامی شریعت کی خصوصیت کی بنیاد قائم ہے اگر اس مسئلہ کو تسلیم نہ کیا جائے یا اس میں کوئی رخنہ ڈال دیا جائے تو اسلامی خصوصیات کی ساری عمارت آپڑے گی اور مسلم کے ہاتھ میں کوئی خصوصی خرمہرہ باقی نہ رہے گا جس سے وہ اسلام کو دنیا کی ساری اقوام کے سامنے

پیش کرنے کا حق دار بنا تھا۔

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بغیر قابل تسلیم ہی نہیں بن سکیں کہ ختم نبوت کو تسلیم کیا جائے کہ اس پر خصوصیات نبوی کی عمارت بھی کھڑی ہوتی ہے پس اس مسئلہ کا منکر درحقیقت حضورؐ کی فضیلت کا منکر اور اس مسئلہ کو مٹا دینے کا ساعی، حضور اکرمؐ کی امتیازی فضائل کو مٹا دینے کی سعی میں لگا ہوا ہے اس لیے جو طبقات بھی ختم نبوت کے منکر ہیں۔ خواہ صراحتاً اس کے منکر ہوں یا تاویل کے راستہ سے، دین کے اس بدیہی اور ضروری مسئلہ کے انکار پر آئیں۔ ان کا اسلام کا شریعت اسلام اور پیغمبر اسلام سے کوئی تعلق نہیں مانا جا سکتا اور نہ وہ اسلامی برادری میں شامل سمجھے جا سکتے ہیں جس طرح سے توحید کا منکر قولی ہو یا مصرح، اسلام سے خارج اور اس سے بے واسطہ ہے اسی طرح سے ختم رسالتؐ کا منکر خواہ انکار سے ہو یا تاویل سے اسلام سے خارج مانا جاوے گا۔ کیونکہ وہ صرف کسی ایک مسئلہ کا منکر نہیں بلکہ اسلام کے سارے امتیازات، سارے ممتاز فضائل، ساری ہی خصوصیات اور صدہا دینی روایات کا منکر ہے جن کا قدر مشترک تواتر کی حد سے نیچے نہیں رہتا۔

بہرحال ختم نبوت کے درخشاں آثار اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی شمائل و فضائل یا بالفاظ دیگر آپؐ کی خاتمیت کے ہزاروں وجوہ و دلائل میں سے یہ چند نمونے ہیں جنہیں آپؐ خاتم النبیینؐ کی تفسیر اور تشریح کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ یہ مختصر رسالہ سیرت خاتم النبیینؐ نہیں بلکہ سیرت خاتمیت

کی چند موٹی موٹی سرخیوں کی ایک مختصر سی فہرست ہے جس کے نیچے اس بلند پایہ سیرت کی امتیازی حقائق و تفصیلات پیش کی جاسکتی ہیں۔ اگر ان روایات کی روشنی میں سیرت خاتمیت کی ان تفصیلات اور ان کے مالہ وماعلیہ کو کھولا جاسکے۔ تو بلاشبہ محدثانہ اور متکلمانہ رنگ کی ایک نادر سیرت مرتب ہوسکتی ہے۔ جو تاریخی رنگ کی تو نہ ہوگی اور تاریخ محض سیرت ہے بھی نہیں۔ بلکہ پیغمبرانہ مقامات اور خاتمانہ امتیازات کی حامل محدثانہ رنگ کی سیرت ہوگی جو اپنے رنگ کی ممتاز سیرت کہلائی جاسکے گی۔ میں نے اس مختصر مضمون میں اس وقت صرف عنوانات سیرت کی نشاندہی کا فرض انجام دیا ہے۔ شاید کسی وقت ان تفصیلات کے پیش کرنے کی توفیق میسر ہوجائے جو ابھی تک ذہن کی امانت بنی ہوئی ہیں جن سے حضرات انبیاء علیہم السلام کے متفاوت درجات و مراتب اور خاتمیت کے انتہائی درجات و مراتب کا فرق اور تفاضل باہمی بھی کھل کر سامنے آسکتا ہے جس کی طرف تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۔میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔

—— * ——

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلَىٰ حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

محمد طیب غفرلہ
مدیر دارالعلوم دیوبند
۱۸ شعبان ۱۳۷۷ھ (یوم الاحد)

عمدہ اور خوبصورت دینی کتابیں

فتوح الغیب اردو	شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	کارڈ بورڈ	۵/۲۵
آفتاب نبوتؐ	مولانا قاری محمد طیب مدظلہ	مجلد	۸/۲۵
شہیدِ کربلا اور یزید	〃 〃 〃	کارڈ بورڈ	۶/-
کلمہ طیبہ مع کلمات طیبات	〃 〃 〃	〃	۴/۵۰
علم غیب	〃 〃 〃	〃	۴/۵۰
حدیثِ رسولؐ کا قرآنی معیار	〃 〃 〃	〃	۴/۲۵
اصول دعوتِ اسلام	〃 〃 〃	〃	۴/۲۵
فلسفۂ نماز	〃 〃 〃	〃	۴/۲۵
شرعی پردہ	〃 〃 〃	〃	۴/۲۵
انسانیت کا امتیاز	〃 〃 〃	〃	۳/۳۰
خاتم النبیینؐ	〃 〃 〃	〃	۳/۳۰
شانِ رسالتؐ	〃 〃 〃	〃	۳/۳۰
نماز اور اس کے مسائل	مولانا محمد محترم فہیم	〃	۳/۷۵
نخبۃ الفکر اردو	علامہ ابن حجر عسقلانی		۳/۷۵
اکمال الشیم اردو	علامہ عطاء اللہ اسکندریؒ	مجلد	۷/۵۰
فضائل استغفار	حضرت تھانویؒ		-/۷۵
شب برات	حضرت مفتی محمد شفیعؒ		-/۷۵
اسلامی آداب	مولانا عاشق الٰہی بلند شہری		۱/-
حیات عیسیٰ علیہ السلام	مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ		۴/۲۵

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

یہ کتاب پچھلے تمام جلیل القدر انبیا علیہم السلام کے مخصوص کمالات کا ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیک دم جمع ہونے کی بے مثال تفصیلات پیش کرتی ہے۔ اسکا مطالعہ آپ پر واضح کردے گا کہ آدمؑ کی توبہ، نوحؑ کی استجابت، نار ابراہیمؑ کی گلزاری، گریۂ یعقوبؑ، صبر ایوبؑ موسیٰؑ کا یدِ بیضا اور عیسیٰؑ کا احیاء موتیٰ کن انداز سے ذاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہر وجلوہ گر ہوا۔

تصنیفِ لطیف

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند

ادارۂ اسلامیات، ۱۹۰۔ انارکلی، لاہور